مردے سنتے ہیں

حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری عثمانی بدایونی

تسہیل، ترتیب، تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری

(استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف)

شکریہ

ہم عزت مآب محترم علامہ اسید الحق عاصم قادری دامت برکاتھم العالیہ کے نہایت ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب انٹرنیٹ پر پبلش کرنے کے لئے ہمیں عنایت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے اس تعاون پر ان کو اجر کثیر عطا فرمائے اور قبلہ علامہ صاحب کے فیوضات و برکات و درجات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

نفس اسلام ویب ٹیم

www.nafseislam.com

سماع الاموات ثابت بالاحادیث والاٰیات

مردے سنتے ہیں

تصنیف

حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری عثمانی بدایونی

WWW.NAFSEISLAM.COM

تسہیل، ترتیب، تخریج

مولانا محمد دلشاد احمد قادری

(استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات (۲۵)

☆ کتاب : مردے سنتے ہیں (سماع الاموات ثابت بالاحادیث والآیات)

☆ مصنف : حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری عثمانی بدایونی

☆ تخریج وتحقیق : مولانا محمد دلشاد احمد قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)

☆ پروف ریڈنگ : قاری شان رضا قادری (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)

☆ طبع اول : مطبع حنفیہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ

☆ طبع جدید : نومبر ۲۰۰۸ء/ ۱۴۲۹ھ

☆ تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

☆ کمپوزنگ : عثمانیہ کمپیوٹرز مدرسہ قادریہ بدایوں

☆ ناشر : تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

☆ تقسیم کار : مکتبہ جام نور، ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی

☆ قیمت :

رابطے کے لئے

TAJUL FAHOOL ACADEMY

MADARSA QADRIA, MAULVI MOHALLA, BUDAUN-243601 (U.P.)

Phone : 0091-9358563720

انتساب

مصنف کتاب کے پوتے

محترم ومکرم جناب محمد عابد القادری بدایونی

(مرحوم ومغفور - مدفون کراچی پاکستان)

اور

محترم ومکرم جناب محمد زاہد القادری بدایونی

(مقیم امریکہ)

کے نام

جشن ذریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے   یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

شوال ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح و ارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک و احتشام سے "پچاس سالہ جشن" منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ 'اس جشن کو ہم 'جشن اشاعت' کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ 'پچاس سالہ جشن' یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو'۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت و سرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ دس ماہ میں ۱۳ر کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں ۱۵ر کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ
حرف آغاز	۶
تعارف مصنف	۹
تمہید	۲۰
وجہ تالیف	۲۱
مردے زائرین کے سلام وکلام کو سنتے ہیں	۲۳
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد	۲۶
سماع موتیٰ پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ	۲۹
بدن سے روح کے پانچ تعلق	۳۴
علم غیب کا مسئلہ	۳۸
سماع موتیٰ اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ	۴۴
بعد وفات مدد طلب کرنا	۴۷
مردوں کے نہ سننے پر آیت سے دلیل اور اس کا جواب	۵۴
سیدہ عائشہ کا قول اور اس کی وضاحت	۶۵
امام سیوطی کا مسلک	۶۸
امام ابن ہمام کا مسلک	۶۹
مردوں کے نہ سننے پر دوسری دلیل اور اس کا رد	۷۵
حیوانات اور جمادات کا ادراک وکلام	۷۷
صاحب مجمع البحار کا مسلک	۸۲
برزخی زندگی میں تمام مردے یکساں نہیں	۸۴

☆☆☆

حرف آغاز

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے دوسرے مرحلے میں حضرت مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کا رسالہ سماع الاموات شائع کرتے ہوئے فخر و مسرت محسوس کررہی ہے۔

پٹنہ سے قاضی عبدالوحید فردوسی صاحب کی ادارت میں ماہنامہ تحفۂ حنفیہ شائع ہوا کرتا تھا، یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کا ترجمان تھا، اس کے مقابلہ میں بعض حضرات نے ''آثارالسنن'' نام سے ایک رسالہ جاری کیا، اس کا اجراء بھی پٹنہ ہی سے ہوا۔ آثارالسنن شمارہ ۳ میں ایک استفتا اور اس کا جواب شائع ہوئے، یہ استفتا اور جواب ص ۱۵ تا ص ۲۰، چھ صفحات پر مشتمل تھا، اس فتوے میں سماع اموات اور روحوں سے مدد طلب کرنے پر بحث کی گئی تھی۔ زیر نظر رسالہ حضرت حکیم شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فتویٰ کے جواب میں تصنیف فرمایا تھا، اس میں جگہ جگہ جن ''حضرت مجیب'' کو مخاطب کیا گیا ہے اس سے مراد وہی مفتی صاحب ہیں، یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ''آثارالسنن'' کے مفتی کا نام کیا تھا۔

حضرت حکیم شہید کا رسالہ سماع الاموات پہلے ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا۔

پہلی قسط: تحفۂ حنفیہ جلد ۴ شمارہ ۱، بابت محرم ۱۳۱۸ھ از ص: ۱۴ تا ۳۶۔

دوسری قسط: تحفۂ حنفیہ جلد ۴ شمارہ ۲، بابت صفر ۱۳۱۸ھ از ص: ۲۹ تا ۴۴۔

اس کے بعد ۱۳۱۸ھ ہی میں قاضی عبدالوحید فردوسی کے زیر اہتمام مطبع حنفیہ پٹنہ سے علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اب تاج الفحول اکیڈمی تسہیل و ترتیب اور تخریج و ترجمہ کے ساتھ شائع کر رہی ہے۔

یہ رسالہ آج سے ایک صدی قبل تالیف کیا گیا تھا لہٰذا اسلوب بیان اور اسلوب ترتیب دونوں اُس عہد کے مزاج و مذاق کے مطابق تھے، چونکہ یہ ایک رسالے کے جواب میں تالیف کیا گیا تھا اس لئے اسلوب تحریر میں مناظرانہ رنگ کا غالب ہونا ایک فطری بات ہے۔ آج سے ایک صدی قبل کی کوئی تحریر آج خواص کے لئے تو قابل استفادہ ہو سکتی ہے مگر عوام اس سے استفادہ نہیں کر سکتے لہٰذا اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ مفید، آسان اور قابل استفادہ بنانے کے لئے اس کی جدید ترتیب و تسہیل ناگزیر تھی، اس دشوار کام کو عزیز گرامی مولانا دلشاد احمد قادری (استاذ مدرسہ قادریہ بدایوں) نے بڑی خوبی اور سلیقہ مندی سے انجام دیا ہے۔ مولانا جامع العلوم فرقانیہ رامپور سے فارغ ہیں اور گزشتہ دو سال سے راقم کے زیر تربیت و نگرانی تحقیق و تصنیف میں مشغول ہیں۔ طلب علم کی تڑپ رکھتے ہیں، مزاج تحقیقی ہے، محنتی اور جفاکش ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خانقاہ قادریہ کے اکابر و اولیاء سے نسبت ارادت اور مضبوط رشتۂ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ رب قدیر دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔

کتاب کی تسہیل اور جدید ترتیب کے سلسلہ میں چند امور کا خیال رکھا گیا ہے:-

(۱) حتی الامکان کتاب کو اس طرح آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مصنف کی اصل عبارت میں کم سے کم تصرف کرنا پڑے۔

(۲) مصنف نے حوالوں کے طور پر صرف عربی فارسی عبارتیں درج کرنے پر اکتفا کیا تھا، جدید ترتیب میں تمام عبارتوں کا اردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔

(۳) پورا رسالہ مسلسل مضمون کی شکل میں تھا، اس میں موقع کی مناسبت سے ذیلی عناوین

اور سرخیوں کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

(۴) حتی الامکان رسالہ میں درج آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج کردی گئی ہے۔

(۵) جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں حاشیہ میں موضوع سے متعلق مفید معلومات درج کردی گئی ہیں۔

رب قدیر و مقتدر اس رسالہ کو نافع بنائے، مصنف، مرتب اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ	اسید الحق محمد عاصم قادری
۱۳ر ستمبر ۲۰۰۸ء	مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف مصنف

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

خاندان : بدایوں کا خانوادۂ عثمانیہ قادریہ برصغیر ہند و پاک کا وہ منفرد خانوادہ ہے جو علم و فن، درس و تدریس، تصوف و سلوک، ارشاد و ہدایت اور خدمت دین و حمایت مذہب کی آٹھ سو سالہ ذریں اور تابناک تاریخ رکھتا ہے۔ سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۱۳ھ/ وفات ۱۲۸۹ھ) اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محی الدین قادری (ولادت ۱۲۴۳ھ/ وفات ۱۲۷۰ھ) اور چھوٹے صاحبزادے حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا عبد القادر قادری بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ/ وفات ۱۳۱۹ھ)۔ حضرت مولانا محی الدین قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم مرید جیلانی (ولادت ۱۲۶۴ھ/ وفات ۱۲۹۷ھ) تھے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا حکیم عبد القیوم قادری نوری انھیں مولانا حکیم مرید جیلانی کے صاحبزادے، مولانا محی الدین قادری بدایونی کے پوتے اور سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول بدایونی کے پر پوتے ہیں۔

ولادت، تعلیم و تربیت : آپ کی ولادت ماہ شوال المکرم ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ئ) کو ہوئی۔ جد محترم حضرت سیف اللہ المسلول نے محمد عبد القیوم نام تجویز فرمایا "ذاکر رسول اللہ" تاریخی نام ہے، سیف اللہ المسلول کی آغوش عاطفت میں نشو و نما ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ

قادریہ کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی، اس کے بعد حضرت تاج الفحول کی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت تاج الفحول سے حاصل کئے، فراغت کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولاً حضرت مولانا سراج الحق قادری عثمانی (ولادت ۱۲۴۶ھ/ وفات ۱۳۲۳ھ) ابن مجاہد آزادی مولانا فیض احمد قادری بدایونی سے تحصیل کی، پھر دہلی جاکر حاذق الملک ابوسعید حکیم عبدالمجید خاں صاحب کی صحبت میں رہ کر طب میں کمال حاصل کیا۔ (اکمل التاریخ، ج:۲/ص:۱۹۵، مطبع قادری بدایوں)

بیعت و اجازت: حکیم شہید رحمۃ اللہ علیہ تاجدار مارہرہ نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اور آپ ہی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ صاحبِ تذکرۂ نوری مولانا غلام شبر صاحب بدایونی لکھتے ہیں:

> مولوی حکیم محمد عبدالقیوم صاحب عثانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں تھے اور حضور اقدس (حضرت نوری میاں) قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ، بااخلاص عقیدت منداور اس عاجز کے بہت پیارے بھائی تھے۔
>
> (تذکرۂ نوری، ص: ۱۶۵، سنی دارالاشاعت لائلپور پاکستان، ۱۹۶۸ئ)

مولانا غلام شبر صاحب نے تذکرۂ نوری میں آپ کو حضرت نوری میاں کے ''اعز الخلفائ'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ حضرت تاج الفحول نے بھی آپ کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی، اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی قدس سرہٗ (خلیفہ سیف اللہ المسلول) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ (اکمل التاریخ، ص:۱۹۷)

عادات و خصائل: فراغت کے بعد آپ نے درس وتدریس اور مریضوں کے علاج کو اپنا مشغلہ بنایا، غرباء پروری، خدمت خلق اور حاجت مندوں کی حاجت براری کی شان آپ

کے اندر نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ کے شاگرد مولانا عبدالحی صدیقی بدایونی لکھتے ہیں:

> دن خدمت خلق و نفع رسانئ خلق اللہ میں وقف تھا، یا درس کتب طب ہو رہا ہے یا مریضوں کے معالجہ میں اوقات گزر رہے ہیں، غرباء کو مفت دوائیں بٹ رہی ہیں، کسی سے خواہ امیر ہو، خواہ غریب کبھی بسلسلۂ طب و حکمت ایک پیسہ تک نہیں لیا جاتا یا غرباء و مساکین کی انجاح حاجات میں دوا دوش ہے یا ہدایت و نفع مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفیدہ و مضامین نافعہ شغل ہے، رات ذکر و فکر الٰہی کے لئے بنائی گئی تھی، سبحان اللہ عجب لیل و نہار تھے۔

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ، جلد ۴، شمارہ ۹-۱۰، ص: ۶، رمضان و شوال ۱۳۱۸ھ)

مدرسہ شمسیہ کا قیام: علم دین کی ترویج و اشاعت کے لئے آپ نے جامع مسجد شمسی بدایوں میں حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں ایک عظیم دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ بنایا، ۱۱ر صفر ۱۳۱۷ھ کو حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں مدرسہ شمسیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کے لئے عظیم الشان جلسۂ افتتاح منعقد کیا گیا، حضرت علامہ محب احمد صاحب صدیقی بدایونی (تلمیذ حضرت تاج الفحول) مدرسہ کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

مولانا ضیاء القادری لکھتے ہیں:

> حضرت شہید مرحوم نے ۱۳۱۷ھ میں جب دارالعلوم ندوہ کے قیام کا شہرہ ہوا تو ایک بلند پایہ درسگاہ قائم کرنے کی تجویز سوچی، اس تجویز کو مجلس علماء اہل سنت نے عملی صورت میں لانے کی تحریک کی، چنانچہ اسی سال جامع شمسی بدایوں میں ایک عظیم الشان افتتاحی جلسہ مدرسہ کا منعقد کیا گیا جس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی، مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی و دیگر مشہور علماء نے شرکت کی۔ جامع مسجد ہی میں یہ مدرسہ شمسیہ کے نام

سے قائم کیا گیا۔(تذکرۂ طیبہ، ص: ۱۴، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

آپ کی عمر نے وفا نہ کی اور مدرسہ کے قیام کے اگلے ہی سال آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم عبدالماجد قادری بدایونی نے اس مدرسہ کی تعمیر وترقی کے لئے جدوجہد کی اور اس کو اوج کمال تک پہنچادیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسیدالحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

قلمی خدمات: آپ نے صرف ۳۵ رسال کی مختصر سی عمر پائی، اس میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کے میدان میں ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑا، آپ کی جو تصانیف اب تک ہمارے علم میں آئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) رسالہ بیان شفاعت (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)

(۲) رسالہ فضائل الشہور (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوا)

(۳) رسالہ بیان غربت اسلام (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)

(۴) سطوۃ فی ردھفوات ارباب دارالندوۃ (مطبوعہ مطبع نسیم سحر بدایوں، ۱۳۱۳ھ)

(۵) رسالہ سماع موتیٰ (تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے دو قسطوں میں شائع ہوا، بعد میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے علیحدہ شائع ہوا۔اب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شائع کرنے جارہی ہے)

(۶) رسالہ احکام واسرار صلاۃ

(۷) رسالہ تدابیر معالجات (طب غیر مطبوعہ)

(۸) شرح سبعہ معلقہ (پانچ قصائد کی شرح غیر مطبوعہ)

(۹) رسالہ علم عروض (غیر مطبوعہ)

(۱۰) اسلامی ناول (تاریخی ناول، تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا)

وفات: مدرسہ اہل سنت پٹنہ کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے حضرت تاج الفحول کے ہمراہ پٹنہ تشریف لے جارہے تھے، فجر کے وضو کے لئے ریل سے اترے، اسی اثنا میں

ریل چل دی، آپ نے دوڑ کر ریل میں سوار ہونا چاہا پیر پھسلا اور آپ پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے، گاڑی روکی گئی، آپ کو اٹھایا گیا، پٹنہ پہنچ کر علاج شروع ہوا، وقت مقررہ آچکا تھا، لہٰذا ۱۴/رجب ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ئ) کو آپ نے پٹنہ ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہیں تجہیز و تکفین کی گئی، حضرت مولانا شاہ سید امین الدین فردوسی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سجادہ بہار شریف) نے نماز جنازہ پڑھائی، سیکڑوں علماء و مشائخ جنازے میں شریک ہوئے، آپ کی نعش کو بذریعہ ریل پٹنہ سے بدایوں لایا گیا اور درگاہ قادری میں اپنے جدّ محترم حضرت سیف اللہ المسلول کے پائنتی سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا ضیاء القادری آپ کے سانحۂ رحلت کی تفصیل لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> پٹنہ میں ندوۃ العلماء کا جلسہ بھی تھا اور مدرسہ اہل سنت کا سالانہ اجلاس بھی، مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کی سرکردگی میں طلب ہوا تھا۔ آپ نے جلسہ کی کامیابی کے لئے تمام ہندوستان میں دورہ کیا اور علماء کو شرکت کے لئے آمادہ کیا، بکثرت علماء اپنے اپنے مستقر سے پٹنہ آپ کی دعوت پر روانہ ہورہے تھے اور ہو چکے تھے، آپ بھی علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ ریل میں سفر فرمارہے تھے کہ وارا رنگر اسٹیشن پر گاڑی رُکی، نماز فجر کا وقت تھا آپ پلیٹ فارم پر اُترے حوائج ضروریہ سے فارغ ہوئے، وضو کیا ریل نے سیٹی دی، آپ نے حالت اضطراب میں لپک کر چلتی ریل میں سوار ہونے کا قصد کیا، ریل تیز ہو چکی تھی، پیر پھسلا لوہے کی سلاخ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آپ پلیٹ فارم اور ریل کے درمیانی خلا میں گر گئے اور نہ معلوم کتنے چکروں کے ساتھ ریل کے پہیوں میں گھسٹتے چلے گئے۔ تمام مسافروں میں شور مچ گیا مولانا شاہ محمد فاخر چشتی اجملی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے چلتی گاڑی میں سے کود پڑے، گاڑی روک دی گئی۔ یہ نازک اندام شہید

ملت جس کے حسن صورت وحسن سیرت میں مدینہ کی تجلیاں، بغداد کی جلوہ آرائیاں مضمر تھیں غیبی ہاتھوں، روحانی حصاروں میں ریل سے گرتے ہی لے لیا گیا تھا۔ قادر ومقتدر مولا کی قدرت نمائیاں کارفرما تھیں ، ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ ریل کے رکتے ہی بلا کسی کے سہارے حضرت شہید ملت ریل کے پہیوں سے دامن قبا چھڑاتے ہوئے باہر نکل آئے ، مولانا فاخر نے جن کے پاؤں میں سخت چوٹ آ چکی تھی دوڑ کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مسافروں، ہمراہیوں میں تشکر الٰہی کے لئے تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں مگر لوگوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدابیں آنکھیں پُرآب تھیں، شہید ملت کو ہاتھوں ہاتھ گاڑی میں سوار کرلیا گیا۔ بظاہر جسم پر کوئی خراش نہ تھی مگر دست قضا اپنا کام کر چکا تھا، روح مضمحل تھی، غشی طاری تھی، عم گرامی مولوی ستار بخش صاحب قادری نے فوراً پٹنہ، بدایوں اور مختلف مقامات کو تار دیئے، گاڑی یہاں سے روانہ ہوکر چوسہ اسٹیشن پر جہاں پلیگ کا قرنطینہ تھا، کی وہاں یہ پوری جماعت اُتار لی گئی۔ یہاں سے بہ ہزار دقت دوسرے روز روانگی کی اجازت ملی۔ اس اچانک حادثہ کی اطلاع تمام ہندوستان میں بجلی کی طرح پہنچ گئی۔ پٹنہ اسٹیشن پر شہید ملت کے لئے ہزاروں مسلمان بے شمار علماء و مشائخ موجود تھے۔ آپ کو کرب و اضطراب کی حالت میں فرودگاہ تک نہایت ط طریقہ سے پہنچایا گیا، وہاں حضرت سید العرفاء مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد اور دیگر مشائخ کبار بہار کے اصرار پر ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا، ڈاکٹر نے کسی کو ملنے، گفتگو کرنے، مریض کو جنبش کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمۃ کے حکم کے مطابق

حضرت مولانا سید شاہ عبد الصمد صاحب چشتی نظامی سہوانی، حضرت پیر دستگیر مولانا شاہ عبد المقتدر غلام پیر، مولوی امداد رسول عثمانی، مولانا الحاج شاہ فضل مجید فاروقی، عمی خانصاحب مولوی ستار بخش صاحب قادری، منشی مولوی شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم مخصوص طور پر تیمار داری کے لئے مقرر تھے۔ اس عاشق رسول، اس شہید ملت کو جب ذرا ہوش آتا جلسہ کی شرکت اور کامیابی کا تذکرہ زبان پر جاری ہوتا، مگر قدرت کو منظور تھا کہ مذہبی عشق، صداقت وحقانیت کی دنیا، جذبات خلوص کی ہنگامہ آرائی آپ کے سینہ کے اندر ہی رہے اور ان تمناؤں کو لئے ہوئے آپ دربار ربّ العزت میں حاضر ہوں، غرض ۱۳؍ رجب کو اسی حالت میں کہ تیمار دار آپ کی صحت پر شاداں تھے، طبیعت رو بہ افاقہ تھی یکا یک دل وجگر کے ٹکڑے خون بن بن کر استفراغ کی راہ سے نکلنا شروع ہوئے۔ اُدھر جلسہ بصد کامیابی ختم ہونے کی صدا بلند ہوئی اُدھر یہ سرفروش مجاہد ملّت عروس شہادت سے ہمکنار ہو کر راہیٔ دار القرار ہوا، **اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا الیہ راجعون**۔ پٹنہ ہی میں غسل میت ہوا وہیں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا سید شاہ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ ہزار ہا مسلمان سیکڑوں علما و مشائخ نے نماز جنازہ میں شرکت کی ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی نماز جنازہ تھی کہ بے شمار اولیا، مشائخ، علما، فضلا، صلحا و عمائد شریک ہوئے۔ (تذکرۂ طیبہ، ص: ۶، ۷، ۸، مطبع نظامی بدایوں ۱۳۵۱ھ)

اعلی حضرت فاضل بریلوی کا تعزیتی مکتوب: حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس اچانک اور حادثاتی وفات پر ہندوستان کے سرکردہ علماء ومشائخ نے حضرت تاج الفحول اور سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ عبد المقتدر قادری بدایونی کے نام تعزیتی خطوط ارسال

کئے اور شعراء نے قطعات تاریخ نظم کئے، ان میں سے اکثر خطوط اور قطعاتِ تاریخ ایک جلد میں [redacted]ط کر دیئے گئے، یہ قلمی مجموعہ کتب خانہ قادری بدایوں میں [redacted]ط ہے۔ حضرت فاضل بریلوی نے بھی ایک طویل خط ارسال فرمایا، ہم یہاں اس خط کے بعض ضروری اقتباس ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں:

بگرامی ملاحظہ مولانا وبکل الفضل اولانا ذی المجد والفضل والکرم الباہر مولانا مولوی محمد عبدالمقتدر صاحب رقاہم اللہ تعالیٰ الی اقصی مدارج الکمال و اعلیٰ معارج الجمال آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا! شب جمعہ میں مَیں نے کچھ فرصت پائی اپنے برادر اعز شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرثیہ میں چند اشعار کی طرح ڈالی، حضرت سید ابراہیم میاں صاحب نے انھیں قلم بند فرمالیا کہ زبانی سہو نہ ہو جائیں، شب کو سویا تو شہید مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا میرے مکان میں تشریف لائے ہیں، بدن نہایت تر و تازہ کہ حیات دنیوی میں ہرگز ایسا نہ تھا اور رنگ کی چمک ایسی کہ گویا ہر عضو بدن سے ایک شعاع لطیف کی حالت نمایاں، خصوصاً آنکھوں کی چمک واللہ اِس وقت میری نگاہ میں ہے۔ کپڑے سر سے پاؤں تک نہایت سفید براق، بے داغ، چمکتے ہوئے کہ ایسے کپڑے حیات میں تو کسی کے قطعاً سننے میں بھی نہ آئے اور خواب میں بھی سوا حضرت والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کے دیکھنے یاد نہیں، بہت شاد و مسرور آ کر نہایت محبت کے ساتھ میرے سینے سے لپٹ گئے میں نے غایت محبت برادرانہ سے برخلاف عادت حیات کہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا کرتا تھا لبوں کا بوسہ لیا اور آنکھ کھل گئی، کچھ باتیں کہ ہوئیں اصلاً یاد نہ رہیں،

میں نے چاہا تھا کہ صبح ہی آپ کو بحمد للہ تعالیٰ اس رویاء صالحہ کی اطلاع لکھوں گا مگر کچھ بے فرصتی کچھ آپ کے گرامی نامہ کا انتظار رہا، وہ اشعار یہ تھے ؂

ابکی و امزج دمعاً ساجماً بدم
وما بکائی لجیران بذی سلم
ولا لریح اتت من صوب کاظمة
ولالبرق بدا فی الداج من اضم

تقریباً دس اشعار تحریر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

دعاء فرمایئے کہ قصیدہ بالخیر ختم ہو جائے، جب سے پھر ایک مصرع کی فرصت نہ ملی، ہاں فارسی میں ایک قطعہ تاریخی دو شعر کا لکھا ہے جس سے کئی ہزار تاریخیں نکل سکیں گی، یہ ایجاد خاص ہے اس قطعہ سے غالباً انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار سے زائد قطعات تاریخی نکلیں گے، ہر قطعہ مثل اصل چار مصرع کا، ہر مصرع ہر قطعہ کا تاریخی ہوگا تو امید ہے کہ چار ہزار سے زیادہ مصاریع تاریخی پیدا ہوں گے، ابھی اس کا محاسبہ نہیں کیا ہے، یہ قطعہ رات ہی لکھا ہے، آپ کا عنایت نامہ مع عبارت تشریف لایا **جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء**

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

مولانا! یہ اذل ارذل بھی آپ کو اعلیٰ حضرت دام ظلہم (تاج الفحول، اسیدؔ) کے مخاطبہ کے لائق نہیں سمجھتا لہذا جو کچھ عرض کرتا شہید مرحوم کو خط لکھتا کہ بہ نسبت آپ کے ان سے زیادہ بے تکلف تھا، میں نے ان آنکھوں سے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے والد کریم دام ظلہم کا غایت ادب کرتے دیکھا ہے، مجھ پر لازم ہے کہ آپ کا

ادب کروں، اور شہید مرحوم سے بے تکلفی کا برتاؤ تھا اب کہ وہ تشریف لے گئے اور ہماری کمریں خم کر گئے آپ سے مخاطبہ کیا کرتا ہوں، اللہ عزوجل آپ کو ہر شر سے [illegible]ظ و مصون اور قرون متطاولہ تک مفیض مسلمین و معافی و مامون رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین والحمدللہ رب العالمین۔

اس کے بعد مطبع اہل سنت اور مدرسہ منظر اسلام کے انتظامی امور سے متعلق کچھ باتیں تحریر فرما کر خط کا اختتام کرتے ہیں، یہ خط ۱۰ ارشعبان ۱۳۱۸ھ بروز منگل کو بریلی سے تحریر کیا گیا ہے۔

اولاد: حضرت حکیم شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے ہوئے۔

(۱) مجاہد آزادی حضرت مولانا حکیم ابوالمنظور عبد الماجد قادری بدایونی

(۲) مجاہد ملت حضرت مولانا عبد الحامد قادری بدایونی

بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبد الماجد قادری بدایونی کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے زمانے کے زبردست خطیب اور قومی و ملی قائد تھے، جدوجہد آزادی میں صف اول میں قائدانہ کردار ادا کیا، اپنے زمانے کی تمام اہم ملی و قومی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۲۰ سے زیادہ تصنیفات و تالیفات کا ذخیرہ چھوڑا، تحریر و تقریر، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور احقاق حق و ابطال باطل ہر میدان میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین و ملت کی خدمت کی۔ ۳رشعبان ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ئ) کو صرف ۴۶رسال کی عمر میں وفات پائی، درگاہ قادریہ بدایوں میں اپنے مرشد گرامی سیدنا شاہ مطیع الرسول عبد المقتدر قادری بدایونی کے پائنتی آرام فرما ہیں۔ (تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے ''تذکرۂ ماجد''، مرتبہ: اسید الحق قادری)

چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی ۱۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے، عالم و فاضل، بہترین خطیب، ملی قائد اور مصنف تھے، ملی تحریکات میں اپنے بڑے بھائی کی زیر نگرانی حصہ لیا، بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور قیام پاکستان کی جد و جہد میں شریک رہے، تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے وہاں جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر بنائے گئے اور وفات تک اس عہدے پر فائز رہے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے تمام ممالک اسلامیہ اور روس و چین کا دورہ کیا، تاکہ پاکستان کے حق میں عالمی رائے عامہ ہموار کی جا سکے۔ مختلف مذہبی، ملی اور سیاسی موضوعات پر ۲۰ سے زائد کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ئ) میں کراچی میں وفات پائی اور اپنے قائم کردہ ادارے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کراچی میں سپرد خاک کئے گئے۔

قیام پاکستان کے لئے آپ کی جد و جہد کے اعتراف میں چند سال قبل حکومت پاکستان نے آپ کے نام کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

ان دونوں حضرات کا سلسلۂ اولاد و اخلاف پاکستان، انگلینڈ اور امریکہ میں موجود ہے۔

☆☆☆

هو المقتدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید-

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

خدا در انتظار حمد ما نیست — محمد چشم بر راہ ثنا نیست
مناجاتے اگر خواہی بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو می خواہم خدارا — الٰہی از تو عشق مصطفی را

(ترجمہ:- خدائے برتر ہماری حمد وثنا کا منتظر نہیں ہے یعنی وہ ہماری حمد کا محتاج نہیں ہے اور محمد مصطفی ﷺ ہماری تعریف کے خواہش مند نہیں ہیں اگر تو کوئی دعا کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک ہی شعر میں مکمل ہوسکتی ہے کہ اے محمد مصطفی (ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے خدائے برتر کا طلبگار ہوں یعنی اس کی رضا چاہتا ہوں اور اے میرے معبود میں تجھ سے عشق مصطفی چاہتا ہوں)۔

ذی علم وذی ہوش حضرات پر یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ انسان کے تمام ادراکات جیسے دیکھنا، سننا، بولنا، محسوس کرنا وغیرہ یہ درحقیقت روح کے صفات ولوازم ہیں۔ ان تمام ادراکات کے صدور کے لئے بدن انسانی صرف ایک آلہ کا کام انجام دیتا ہے۔ بدن انسانی کا ان ادراکات سے براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ تعلق ہے ورنہ جب روح بدن سے پرواز کر جاتی ہے تو آنکھ ہونے کے باوجود انسان دیکھ نہیں سکتا، کان ہونے کے باوجود انسان سن نہیں سکتا، زبان ہونے کے باوجود بولا نہیں جاسکتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمع، بصر وغیرہ حقیقتاً روح کے افعال ہیں بدن انسانی صرف ایک واسطہ ہے لیکن مجازاً ان ادراکات کی نسبت بدن کی طرف کردی جاتی ہے۔ موت بدن کو گلا کر مٹی بنادیتی ہے لیکن موت کا روح پر کوئی اثر نہیں ہوتا روح اپنی پہلے سی ہیئت میں باقی رہتی ہے۔ ترکیب انسانی

میں روح اور جسم دونوں شریک ہیں مگر انسانیت کا جزو اعظم روح ہے مرنے کے بعد بھی منجملہ روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے اور کسی حد تک اس کے ادراکات بھی باقی رہتے ہیں۔ یہ وقت کا بہت بڑا المیہ ہے کہ کچھ لوگ جو اسلام کا دعوی کرنے کے باوجود اپنی تقریر وتحریر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ موت کے بعد انسان کے جملہ ادراکات یکسر ختم ہوجاتے ہیں اور انسان جماد (پتھر) کے مثل ہوجاتا ہے ان کا یہ فاسد نظریہ نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے سراسر خلاف اور حقیقت وسچائی سے انتہائی دور ہے۔

وجہ تالیف-

کچھ دنوں سے بعض سنی بھائیوں نے پٹنہ عظیم آباد سے ''تحفۂ حنفیہ'' نامی ایک ماہانہ رسالہ کی اشاعت کا انتظام کیا ہے جس کی اصلی غرض مذہب حق کی تائید اور باطل فرقوں روافض ووہابیہ، تفضیلیہ ونیچریہ کے اوہام وعقائد کی تردید ہے۔ اس کو دیکھ کر ارباب ندوہ نے بہت پیچ وتاب کھایا کہ پٹنہ جہاں کے ذی مقدور لوگ باہمت اور دل والے ہیں، جہاں سے کئی لاکھ روپیہ کی قوی امید ہے، جہاں حلقہ بگوشان ومریدان پیر نیچر کی کچھ کمی نہیں اور پھر ایسے مقام سے مذہب اہل سنت کا حامی پرچہ اشاعت پائے۔ ان سے اور کچھ نہ ہوسکا تو ''آثار السنن'' نامی ایک رسالہ شائع کیا جن میں وہی بیانات درج کئے گئے ہیں جن کا بطلان حضرات اہل سنت کی جانب سے متعدد بار شائع ہوچکا ہے جس کے جواب الجواب سے اکابر وہابیہ نجدیہ عاجز ہوگئے مگر صد افسوس اس تعصب اور اندھی تقلید کا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد بھی باطل کو نہیں چھوڑ رہے ہیں اور بمصداق حدیث **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** (جب تیری شرم وحیا ختم ہوجائے تو جو چاہے کر) ان ہی خیالات فاسدہ وباطلہ کو جو **اوھن من بیوت العنکبوت** (مکڑی کے جالوں سے زیادہ کمزور) ہیں نہایت مستحکم اور زینت آثار خیال کر کے اپنی قابلیت جتائی جاتی ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر ''آثار السنن'' پرچہ نمبر ۳ ہے جس میں صفحہ ۱۵ سے ۲۰ تک ایک استفتاء مع جواب درج ہے جو سماع ارواح واستمداد کے متعلق ہے۔ اس استفتاء

کے جواب میں مجیب صاحب نے انتہائی تعصب پسندی اور افراط وتفریط کا مظاہرہ کیا ہے اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے نصوص قرآنیہ واخبار صحیحہ کو نظر انداز کر کے اپنے اوہام باطلہ کی پیروی کی ہے تو غلط نہ ہوگا اگر چہ بعض مخلص احباب کا خیال تھا کہ سماع ارواح واستمداد انبیاء واولیاء پر پوری تفصیل وتوضیح کے ساتھ تحریر کیا جائے مگر چونکہ اس قسم کے تمام مسائل طے شدہ ہیں اور حضرات علماء اہل سنت نے انھیں نصوص قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے مستحکم کر دیا ہے۔ نیز ان مسائل میں حضرات علماء اہل سنت کے رسائل عربی، فارسی اور اردو زبان میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں لہٰذا ہم اختصار کے ساتھ ''آثار السنن'' میں چھپے استفتاء کے جواب کا تنقیدی جائزہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ ہم مجیب صاحب کے قول کو نقل کر کے بالترتیب اس کا جواب دیں گے۔ مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

''جب آدمی مرجاتا ہے تو دنیا کے حالات اور زندہ لوگوں کے احوال سے اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے''۔

جو قدرت الٰہیہ کے بیش قیمت عطایا کی قدر پہچان کر ہر عطیۂ قدرت کو اس کے محل پر صرف کرتے ہیں وہ باخبر اور زندہ دل اہل نظر لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ جو انسان آنکھیں رکھ کر ان سے وہ کام نہ لے کہ جس غرض سے آنکھیں عطا کی گئی ہیں۔ کان، دماغ، قلب ہوتے ہوئے ان کو صحیح استعمال نہ کرے، زندہ ہو اور مفہوم زندگانی کو فراموش کر دے تو وہ مثل جماد کے بے جان ہے، اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ **فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ** (۱) یعنی وہ لوگ پتھر ہیں بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ایسی صورت میں یہ امید کب کی جا سکتی ہے کہ اگر اخبار صحیحہ پیش کی جائیں تو ان پر وہ کارگر ثابت ہوں لیکن بہر حال اتمام حجت کی غرض سے چند شواہد تو یہ پیش کئے جاتے ہیں جن کے ملاحظہ کے بعد ہر انصاف پسند طبیعت کو ان کی بے خبری اور ہٹ دھرمی کا صحیح اندازہ کر لینا دشوار نہ ہوگا اور ان نصوص کی روشنی میں مجیب

۱۔ البقرۃ:۷۴

صاحب کے درج بالا قول کا بطلان واضح ہو جائے گا۔

مردے زائرین کے سلام و کلام کو سنتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:۔

فان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام وتعرض علیهم اعمال اقاربهم فی بعض الایام نعم الانبیاء یکون حیاتهم علی الوجه الاکمل ویحصل لبعض وراثهم من الشهداء والاولیاء والعلماء الحظ الاوفیٰ بحفظ ابدانهم الظاهرة بل بالتلذذ بالصلوة والقرأة و نحوهما فی قبورهم الطاهرة الی قیام الساعة الاٰخرة وهذه المسائل کلها ذکرها السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحة (۲)

تمام مردے بھی سلام و کلام کو سنتے ہیں اور بعض ایام میں ان پر ان کے اقارب و اعزاء کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کی حیات مبارکہ بدرجۂ اتم و اکمل ثابت ہے اور بعض وارثین انبیاء جیسے شہدائ، اولیائ، علماء ان حضرات کو اپنے جسموں کے تحفظ میں وافر حصہ ملا ہے (یعنی بعض اللہ والوں کے اجسام بھی قبروں میں محفوظ رہتے ہیں) بلکہ یہ اہل اللہ اپنی قبور مبارکہ میں نماز، تلاوت قرآن وغیرہ عبادات سے لذت حاصل کرتے ہیں اور یہ قبور میں عبادات سے لطف اندوزی تا قیام قیامت جاری رہے گی یہ تمام مسائل وہ ہیں جن کو علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''شرح الصدر فی احوال الموتیٰ والقبور'' میں احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں علامہ علی قاری لکھتے ہیں:-

واعادة الروح الی الجسد بجمیع اجزائه او بعضه مجتمعةً او متفرقة حق وفی المسئلة خلاف المعتزلة و بعض الرفضة و قدوردالاحادیث المتظاهرة فی المبنی المتواترة فی المعنی فی تحقیق احوال البرزخ والعقبی وقداستوفاهاشیخ مشائخناالجلال السیوطی فی کتابه المسمی بشرح الصدور فی احوال القبور وفی الکتابه الاٰخر المسمی بالبدور السافرة فی احوال الاٰخرة فعلیک بهاان کنت تریدالاطلاع وارتفاع النزاع من الطباع (۳)

روح کا جسم کے تمام اجزاء یا بعض اجزاء کی طرف لوٹنا حق ہے خواہ جسم کے اجزاء مجتمع ہوں یا متفرق ہوں اس مسئلہ میں معتزلہ اور بعض روافض کا اختلاف ہے۔ احادیث ظاہرہ متواتر المعنی عالم برزخ وعالم عقبی کے احوال میں وارد ہوئی ہیں جن کو شیخ المشائخ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب شرح الصدور اور بدور السافرة فی احوال الآخرہ میں بالاستیعاب نقل کیا ہے۔ اگر تم ان پر مطلع ہونے کا ارادہ رکھتے ہو اصلاً نزاع وخلاف کا ارتفاع چاہتے ہو تو ان کتب کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث الاعظم رقم فرماتے ہیں:-

ونؤمن ان المیت یعرف من یزوره (۴)

ہم یقین رکھتے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے۔

۳۔ شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری ص: ۱۲۰

۴۔ غنیۃ الطالبین: غوث اعظم رضی اللہ عنہ

شرح الصدور میں علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:-

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ مامن رجل يزور قبر اخيه و يجلس عليه الااستأنس به حتٰی يقوم(۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے یہاں تک وہ وہاں سے کھڑا ہو جائے یعنی قبر کے پاس سے چلا آئے۔

اسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

اذا مر رجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام و عرفه(۶)

جب کوئی شخص کسی ایسی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس میں دفن ہونے والے شخص کو وہ پہچانتا ہے اور وہ شخص سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:-

قال رسول الله ﷺ مامن احد يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه فی الدنيا فيسلم عليه الا عرفه و رد عليه السلام(۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے

۵۔ شرح الصدور باحوال الموتی والقبور: علامہ سیوطی، باب: زیارۃ القبور، ص:۸۰ بحوالہ ابن ابی الدنیا، فی کتاب القبور

۶۔ مرجع سابق: نفس الصفحہ بحوالہ شعب الایمان: امام بیہقی

۷۔ مرجع سابق: نفس الصفحہ

پاس سے گزرتا ہے اور صاحب قبر دنیا میں اسے پہچانتا تھا جب وہ شخص سلام کرتا ہے تو میت اسے پہچان لیتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

امام سیوطی شرح الصدور میں باب کلام الموتی باموات وجواب الموات باحیاء میں لکھتے ہیں:-

وهذه أثار مستندة اخرجها ائمة الحديث باسانيدها فی کتبهم۔

یہ آثار واحادیث مستند ہیں جن کو ائمہ احادیث نے اپنی اسانید کے ساتھ کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد-

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث قلیب بدر کے متعلق فرماتے ہیں:-

اعلم ان هذا الحديث المتفق على صحة صريح فی ثبوت السماع للموتی و حصول العلم لهم بما يخاطبون وكذلك حديث مسلم ان الميت يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا وما جاء فی زيارته ﷺ اهل البقيع والسلام عليهم والخطاب معهم مع من لا يسمع ولا يفهم مما لا يعقل وكادان يعد من العبث وليس هذا مخصوصا به عليه السلام بل هی سنة مستمرة لمن يزور القبور۔

جان لو! کہ یہ حدیث مردوں کے سننے اور ان کے واسطے حصول علم کے ثبوت میں واضح طور پر صحیح ہے اسی طرح مسلم شریف کی حدیث کہ میت لوگوں کے قدموں کی چاپ کو سنتی ہے جب لوگ (اس کی قبر سے) واپس لوٹتے ہیں اور جو احادیث میں آتا ہے کہ حضور اہل بقیع کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور ان کو سلام کیا کرتے تھے تو ایسے

لوگوں سے کلام وسلام کرنا جو نہ سنتے ہوں اور نہ سمجھ ہی رکھتے ہوں خلافِ عقل ہے۔ ان سے سلام وکلام عبث ہوگا (اور حضور علیہ السلام سے ایک عبث کام کا ظہور عقل کے خلاف ہے) میت کو سلام کرنا صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ہر اس شخص کے لئے سنت مستمرہ ہے جو میت کی زیارت کے لئے جائے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تفصیل وتحقیق کے بعد فرماتے ہیں:-

وبالجملة الكتاب والسنة مملؤان باخبار تدل علی وجود العلم للموتٰی بالدنیا واهلها فلا مجال لانکاره الا لجاهل بالاخبار او منكر بالدين۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسے اخبار وآثار بے شمار ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مردوں کو دنیا اور اہل دنیا کا علم ہوتا ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو احادیث سے نابلد اور منکر دین ہے۔

مقاصد میں ہے:-

فعندهم ای الفلاسفة لا يبقی ادراک الجزئيات عند فقد الاٰلات وعندنا يبقی بل الظاهر من قانون الاسلام الادراکات المتجددة ايضا ولهذا ينتفع بزيارة القبور والاستعانة من نفوس الاخيار (۸)

فلاسفہ کے نزدیک آلات ووسائط کے مفقود ہونے کے وقت جزئیات کا ادراک باقی نہیں رہتا اور ہمارے نزدیک (آلات وذرائع کی عدم

۸۔ مقاصد: علامہ سعد الدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی ۱۳۰۵ھ

بقیہ اگلے صفحہ پر

موجودگی میں) ادراکات باقی رہتے ہیں بلکہ اسلامی قوانین سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (میت کو) نئے ادراکات بھی حاصل ہوتے ہیں اسی باعث قبور کی زیارت، نفوس قدسیہ سے استعانت کرنے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور اقوال علمائ، سلف صالحین سے مجیب صاحب کے قول کی واضح طور پر تردید ہوتی ہے کہ ''جب آدمی مرجاتا ہے تو دنیا کے حالات اور زندہ لوگوں کے احوال سے اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے'' مجیب صاحب کا یہ قول احادیث مصطفویہ کی روشنی میں سراسر باطل ہے احادیث نبویہ واقوال سلف صالحین اس بات پر بین شاہد ہیں کہ مردہ زندوں کو پہچانتا ہے ان کا سلام وکلام سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ۔

شرح مقاصد میں علامہ سعد الدین تفتازانی تحریر فرماتے ہیں :- لما کان ادراک الجزئیات مشروطا عند الفلاسفة بحصول الصورة فی الاٰلات فعند مفارقة النفس وبطلان الاٰلات لاتبقی مدرکة للجزئیات ضرورة انتفاء المشروط بانتفاء الشرط وعندنا لما لم تکن الاٰلات شرطا فی ادراک الجزئیات اما لانه لیس بحصول الصورة لا فی النفس ولا فی الحس واما لانه لا یمتنع ارتسام صورة الجزئی فی النفس بل الظاهر من قواعد الاسلام انه یکون للنفس بعد المفارقة ادراکات متجددة جزئیة واطلاع علی بعض جزئیات احوال الاحیاء سیما الذین کان بینهم وبین المیت تفارق فی الدنیا ولهذا ینتفع بزیارة القبور والاستعانة بنفوس الاخیار من الاموات فی استزال الخیرات و استدفاع الملمات فان للنفس بعد المفارقة تعلقاما بالبدن وبالتربة التی دفنت فیها۔

شرح مقاصد: علامہ سعد الدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی ۱۳۰۵ھ

ترجمہ:- فلاسفہ کے نزدیک جزئیات کا ادراک صورت کے آلات میں حصول کے ساتھ مشروط ہے لہٰذا نفس کے (بدن سے) جدا ہونے اور آلات کے باطل ہونے کے وقت جزئیات کا ادراک کرنے والی قوت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ شرط کے انتفاء سے مشروط کا انتفاء لازمی ہے اور ہمارے نزدیک (علماء اسلام) جزئیات کے ادراک کرنے میں آلات شرط نہیں ہیں یا تو اس لئے کہ صورت کا حصول نہ نفس میں ہوتا ہے اور نہ حس میں یا اس لئے کہ صورت جزئی کا نفس میں چھپنا ممتنع نہیں ہے بلکہ قواعد اسلامی سے یہ ظاہر ہے کہ مفارقت کے بعد نفس کو نئے جزئی ادراکات ہوتے ہیں اور زندہ لوگوں کے بعض جزئی احوال پر نفس کو اطلاع ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کے احوال سے کہ ان کے اور میت کے مابین دنیا میں تفارق ہوا اسی وجہ سے زیارت قبور اور وفات یافتہ نفوس قدسیہ سے حصول اور تکلیف دہ چیزوں کے دفع میں استعانت کرنے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ مفارقت کے بعد نفس کا کچھ نہ کچھ تعلق بدن اور اس قبر سے ہوتا ہے جس میں میت دفن

سماع موتیٰ پر شاہ عبد العزیز دہلوی کا فتویٰ-

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فتاویٰ عزیزی میں سماع موتی کے متعلق لکھتے ہیں:-

سوال: چہ می فرمایند علماء دین اندرایں معنی کہ انسان رابعد موت ادراک وشعور میماند چنانچہ زائرین قبر خود راشناسند وسلام شاں می شنود یانہ؟

جواب:- انسان را بعد موت شعور و ادراک باقی میماند برایں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب القبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است و تفصیل آں دفترے طویل می خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی ودیگر کتب حدیث باید دید واثبات عذاب القبر در کتب کلامیہ از مباحث عمدہ است حتی کہ بعض از اہل کلام منکر آنرا تکفیر کردہ اند وعذاب و تنعیم بغیر ادراک وشعور نمی تواند شد و نیز در احادیث صحیحہ مشہورہ در باب قبور وسلام بر موتی وہم کلامی بآنہا کہ انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا انشاء اللّٰہ تعالی بکم لاحقون ثابت است ودر بخاری ومسلم موجود است کہ آنحضرت ﷺ با کفار مکہ کہ در بدر کشتہ بودند خطاب فرمودند ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا مردم عرض کردند کہ یارسول اللّٰہ ماتتکلم من اجساد لیس فیھا ارواح فرمودند کہ ماانتم باسمع منھم ولکنھم لا یجیبون ودر قرآن مجید ثابت است ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتھم اللّٰہ من فضلہ بلکہ از احوال پس ماندگان ہم خوش وقتے واستبشار ثابت است و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الاخوف علیھم ولاھم یحزنون بالجملہ انکار شعور و ادراک

اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست (۹)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ انسان کو موت کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے، مردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کو سنتے ہیں یا نہیں؟

جواب :- انسان کو موت کے بعد شعور و ادراک باقی رہتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں عذاب قبر، تنعیم قبر ثابت ہے (یعنی صاحب قبر کو عذاب ہوتا ہے اور راحت وآسائش بھی پہنچتی ہے) اور اس کی تفصیل کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے اس کے لئے شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور اور دیگر کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ عذاب قبر کے اثبات کے سلسلہ میں علم کلام کی کتب میں عمدہ مباحث ہیں یہاں تک کہ بعض متکلمین نے منکر عذاب قبر کی تکفیر فرمائی ہے اور عذاب قبر، ثواب قبر بغیر ادراک وشعور کے نہیں ہوسکتا۔ نیز احادیث صحیحہ مشہورہ میں مردوں کو سلام کرنے کے باب میں انتم

۹۔ فتاویٰ عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۹۳، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزی میں ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ''ادراک وشعور اہل قبور بعد موت در بعض امور زیادہ میشود و بعضے کم انچہ تعلق با مور غیب دارد ادراک آنہا زیادہ است وانچہ تعلق در امور دینویہ باشد ادراک آنہا کم وسببش آنست کہ التفات وایشاں در امور غیبیہ زیادہ است و در امور دنیویہ کم بایں جہت تفاوت واقع می شود والا اصل ادراک وشعور یکساں است۔ فتاویٰ عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص: ۹۳، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ

ترجمہ: موت کے بعد اہل قبور کا ادراک وشعور بعض امور میں زیادہ ہوجاتا ہے اور بعض میں کم: جس چیز کا تعلق امور غیبیہ سے ہوتا ہے اس میں اہل قبور کا ادراک زیادہ ہوگا اور جن چیزوں کا تعلق امور دنیویہ سے ہوگا اس میں کم ادراک ہوگا اور اس (کمی وزیادتی) کا سبب یہ ہے اہل قبور کی توجہ امور غیبیہ میں زیادہ ہوتی ہے اور امور دنیویہ میں کم۔ اسی وجہ سے فرق ہوتا ہے ورنہ اصل ادراک وشعور یکساں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ان دونوں روشن عبارتوں کے تناظر میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مردوں کا ادراک باقی رہتا ہے بلکہ بعض امور میں زندہ لوگوں سے بڑھ جاتا ہے۔

سلفنا و نحن بالاثر وانا انشاء اللّٰہ تعالیٰ بکم لاحقون
ثابت ہے اور بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے جو بدر میں قتل کئے گئے تھے خطاب فرمایا کہ **ھل وجدتم ما وعدربکم حقا** (یعنی کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو حق پایا) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے کلام فرمار ہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ان (مردوں) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب نہیں دیتے۔ قرآن عظیم میں ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں انھیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کے عطا کردہ فضل سے خوش ہیں'' اور یہ بھی ثابت ہے کہ مردے اپنے پسماندگان کے احوال سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ''خوشخبری دیتے ہیں ان لوگوں کو جو ابھی ان سے نہیں ملے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ غم زدہ ہیں'' بالجملہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار کرنا اگرچہ کفر نہیں ہے لیکن اس کے الحاد و بے دین ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فتوے کی رُو سے مردوں کے سماع ان کے شعور و ادراک کا انکار کرنا گمراہی اور بے دینی ہے۔ ناظرین کرام! اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ شاہ عبدالعزیز جیسے جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت مفتی کے اس فتوے کو آپ تسلیم کریں جس کی اساس نصوص قرآنیہ احادیث نبویہ پر قائم ہے یا مجیب صاحب کے بے بنیاد خیال کو مانیں جو اپنے فتویٰ سے لاکھوں سنی مسلمانوں کو مشرک و کافر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

موصوف مجیب صاحب آگے استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:-

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایمان دار آدمی جب مرجاتا ہے تو فرشتے اس کی روح لے کر آسمان پر اس مقام میں لے جاتے ہیں جہاں ایمان دار مردوں کی روحیں رہتی ہیں وہ روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے **الی قوله** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو زندہ لوگوں کے احوال سے کچھ خبر نہیں رہتی ہے اگر خبر ہوتی تو وہ (روحیں) زندہ لوگوں کا حال کیوں دریافت کرتیں۔

صریحۃ المعنی احادیث سے چشم پوشی اور اس حدیث کے انتخاب کی وجہ سوائے عوام کو گمراہ کرنے کے اور کیا ہے مگر آپ کا انتخاب آپ کے حق میں کچھ بھی مفید نہیں کیونکہ اہل سنت نے کب دعویٰ کیا کہ ہر روح کو ہر زندہ کے ہر حال کی ہر وقت خبر رہتی ہے کہ اس استفسار روحی سے مذہب مہذب اہل سنت کو کچھ ضرر پہنچے، حضرات اہل سنت اہل برزخ کے لئے اطلاع و ادراک دنیا و اہل دنیا ثابت فرماتے ہیں اس کی تائید میں دو ایک نہیں متعدد، اجمالی نہیں تفصیلی احادیث شاہد ہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ حدیث بھی جس کو آپ نے اپنے ثبوت میں پیش کیا اس سے بھی اہل سنت کی تائید پائی جاتی ہے۔

آگے مجیب صاحب رقمطراز ہیں:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **او کالذی مر علی قریة الی قوله** یہ شخص حضرت عزیر پیغمبر تھے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردہ کو دنیا کے حالات سے کچھ خبر نہیں ہوتی اور اگر خبر ہوتی تو حضرت عزیر کو آفتاب و ماہتاب کا نکلنا اور رات دن کا ہونا اور پانی کا برسنا اور لوگوں کے گزرنے کا حال اور جو جو حوادث پیش آئے تھے سب کی خبر ہوتی ہے۔

ذی علم حضرات اور ذی فہم و شعور پر یہ بات واضح ہے کہ اس آیت سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں کہ مردہ کو عالم برزخ میں دنیا کے کسی حال کی خبر نہیں ہوتی البتہ صرف اس قدر ثابت ہوا کہ

برزخ سے دنیا میں آنے کے بعد ادراکات سابقہ روحیہ فراموش ہو گئے اور مجیب صاحب کے نزدیک اسی کا نام ثبوت نفی ہے تو ارواح پر کچھ ماجرا عالم ارواح میں گزرا (مثلاً سوال و جواب **الست بربکم قالوا بلٰی**) اور دنیا میں آنے کے بعد اس کی یاد معدوم ہو گئی تو کیا آپ کے نزدیک یہ تمام واقعات باطل اور محض غلط ہیں۔(۱۰)

کتنا سچ اور صحیح مقولہ ہے کہ **المعصية تجر الى المعصية** (گناہ، گناہ کی طرف لے جاتا ہے) موصوف مجیب صاحب کو مردوں کے احوال دنیا سے واقفیت کے انکار میں یہ بھی ہوش نہیں رہا کہ یہ بات کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ حضرت عزیر علی نبینا وعلیہ السلام کون تھے؟ ہاں یہ ایک جلیل القدر پیغمبر خدا ہیں اور انبیاء کرام کے لئے حیات اتم سماع و کلام اور دیگر تمام ادراکات کا علی وجہ الکمال باقی رہنا باتفاق امت ثابت ہے۔

بالجملہ ارواح کے لئے تو ادراک کا ہونا عقلاً ہر طرح سے ثابت ہے مگر فی الواقع آپ کی بے خبری انتہا کو پہنچی ہوئی ہے کہ اپنے گھر کے لوگوں کی بھی آپ کو خبر نہیں۔ قطع نظر تصریحات و تحقیقات حضرات اہل سنت و جماعت کے وہابیہ اسحاقیہ کو بھی اس سے صاف و صریح انکار کی گنجائش نہ ملی اقرار ہی کرتے بنی **كما لا يخفٰى من تعمق فی كتبهم۔**

مجیب صاحب کا بے لگام قلم رقم طراز ہے:۔

آدمی جب زندہ رہتا ہے اور سوجاتا ہے تو اس کو کچھ خبر نہیں رہتی بالکل

۱۰۔ **واذاخذ ربک من بنی أدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلٰى شهدنا۔ الاعراف: ۱۷۲**

ترجمہ: جب آپ کے رب نے بنی آدم (علیہ السلام) کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور ان کو ان ہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں (یعنی یقیناً تو ہمارا رب ہے) ہم شہادت دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو حضور نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا جس کی وجہ سے آپ کی ہونے والی ساری اولاد ظاہر ہو گی اور ان سے یہ سوال کیا گیا اور انھوں نے بلٰی سے اس کا جواب دیا اس حدیث سے اور اس کے علاوہ متعدد احادیث سے پتا چلتا ہے کہ یہ سوال و جواب حقیقت میں ہوا تھا۔

ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ ازہری، ج:۲/ص:۱۱۰، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔

بے خبر ہو جاتا ہے تو جب مر گیا اور زمین کے نیچے گاڑ دیا گیا تو بھلا اب کیسے اس کو خبر ہو سکتی ہے۔

غضب کی ناسمجھی ہے کہ زمین وآسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اس خوش فہمی کو تو دیکھئے کہ احوال برزخیہ کا دنیاوی حالات پر قیاس کیا جاتا ہے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس قیاس کی بنا پر ادراک اور سماع ارواح اموات کا انکار ضرور شعبۂ الحاد ہے کہ اسی نے بہت سے لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر ضلالت وگمراہی کی وادی میں پہنچا دیا اور ان کے ایمان کے خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ مجیب صاحب کے قلم نے درج بالا عبارت میں زبردست ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ انھوں نے آخرت کے امور کو دنیاوی امور پر قیاس کیا جو قیاس مع الفارق ہے انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ روح کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں، وہ ہر جگہ جا سکتی ہے اور جملہ ادراکات کا منبع روح ہے اور بدن ظہور مدرکات کا آلہ محض ہے۔ روح کا تعلق بدن سے قائم رہتا ہے جیسا کہ علماء اہل سنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اسی تعلق کے ذریعہ روح بعض دنیوی امور سے باخبر رہتی ہے۔

بدن سے روح کے پانچ تعلق۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:۔

اعلم ان الروح لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغائرة الاحكام الاول تعلقها به فی بطن الام جنینا الثانی تعلقها به بعد خروجه الی وجه الارض والثالث تعلقها به فی حال النوم فلها به تعلق من وجه و مفارقة من وجه والرابع تعلقها به فی البرزخ فانها وان فارقته و تجردت عنه وانها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها اليه التفات البتة فانه ورد ردها اليه وقت سلام المسلم عليه وورد انه يسمع خفق نعالهم حين يتولون عنه وهذا الرد اعادة خاصة لا

یوجب حیاۃ البدن قبل یوم القیامۃ الخامس تعلقھا بہ یوم بعث الاجساد وھو اکمل انواع تعلقھا بہ اذ لا یقبل البدن معہ موتا ولا نوما ولا شیئا من الفساد ولیس السوال فی البرزخ للروح وحدھا کما قال ابن حزم وغیرہ وافسد منہ قول من قال انہ البدن بلا روح الاحادیث الصحیحۃ ترد القولین والحاصل ان احکام الدنیا علی الابدان والارواح تبع لھا واحکام البرزخ علی الارواح والابدان تبع لھا واحکام الحشر والنشر علی الارواح والاجساد جمیعاً(۱۱)

روح کا بدن سے پانچ قسم کا تعلق ہوتا ہے اور ہر قسم کے احکام علیحدہ ہیں:

۱۔شکم مادر میں روح کا تعلق بدن جنین سے ہوتا ہے۔

۲۔روح کا تعلق بدن سے شکم مادر سے روئے زمین پر نکلنے کے بعد قائم ہوتا ہے۔

۳۔حالت نیند میں روح کا تعلق بدن سے قائم ہوتا ہے۔

۴۔روح کا تعلق بدن انسانی سے عالم ارواح میں ہوتا ہے اگرچہ روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور بدن روح سے خالی ہو جاتے ہیں لیکن بدن سے روح کلی طور پر جدا نہیں ہوتی ہے کہ روح کی بدن کی جانب کچھ توجہ ہی نہ رہے اس لئے کہ روح مسلمان کے سلام کے وقت بدن کی جانب لوٹتی ہے اور وہ لوگوں کے چپلوں کی آواز سنتی ہے جب لوگ

۱۱۔ شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری، ص: ۱۵۲

اس کے پاس سے واپس جاتے ہیں اور یہ روح کا لوٹنا اعادۂ خاصہ ہے اس سے بدن انسان کا قیامت سے پہلے زندہ ہونا لازم نہیں آتا۔

۵۔روح کا تعلق بدن سے مردوں کے قبر سے اٹھنے کے وقت ہوگا اور یہ سب سے اکمل قسم کا تعلق ہے کیونکہ اس تعلق کے ساتھ بدن انسانی پر نہ موت طاری ہوگی نہ نیند آئے گی اور فساد کی کوئی قسم اس پر جاری نہیں ہوگی۔ عالم برزخ (قبر) میں صرف روح سے سوال نہیں ہوگا (بلکہ بدن اور روح دونوں سے ہوگا) جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے کہا ہے اور اس سے بھی زیادہ مفسد قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ بدن بغیر روح کے ہونگے، احادیث صحیحہ ان دونوں قولوں کی تردید کرتی ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کے احکام بدن پر جاری ہوتے ہیں اور روح ان کے تابع ہوتی ہے اور برزخ کے احکام ارواح پر نافذ ہوتے ہیں اور بدن ان کے تابع ہوتے ہیں اور حشر ونشر کے احکام روح اور بدن دونوں پر جاری ہوتے ہیں۔

اگر مجیب صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو ان اکابر علماء اہل سنت کی تحقیقات قابل قبول نہ ہوں تو اپنے پیشوا ابن قیم کی سنئے شرح الصدور میں ہے:۔

قال ابن قیم الاحادیث والاٰثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی الشهداء وغیرهم وانه لا توقیت فی ذلک۔(۱۲)

۱۲۔ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور، باب: زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوّارهم، ص۸۹، المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۰۹ھ
ابن قیم اپنی تالیف کتاب الروح میں رقم طراز ہیں: **السلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاٰثار عنهم بان المیت یعرف بزیارۃ الحی له ویستبشر به۔** کتاب الروح: ابن قیم **المسئله الاولی فی معرفة الاموات بزیارۃ الاحیاء وسلامهم۔** ص:۵، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۱۸ھ۔
ترجمہ: امت کے سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے نیز ان سے آثار تواتر کے ساتھ مروی ہیں کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی ہے اور اس سے خوش ہوتی ہے۔

ابن قیم نے کہا کہ احادیث وآثار اس پر دال ہیں کہ زائر جب بھی آتا ہے تو مزور (جس کی زیارت کی جائے، مراد مردے ہیں) کو اس کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کے سلام کو سن کر جواب دیتا ہے نیز زائر سے مانوس ہوتا ہے اور یہ چیز شہداء اور غیر شہداء سب کے لئے عام ہے اور اس میں کوئی وقت کی قید نہیں۔

نیز ابن قیم لکھتے ہیں:-

ولامنافاة بين كون الروح فى عليين اوالجنة اوالسماء وان لها بالبدن اتصالاً بحيث تدرك وتسمع وتصلى وتقرء وانما يستغرب هذالكون الشاهد الدنيوى ليس فيه ماشانه هذاوامور البرزخ والاُخرة علىٰ نمط غير المالوف فى الدنيا۔

اس میں کوئی منافات اور تضاد نہیں کہ روح علیین یا جنت یا آسمان پر ہو اور اس کا بدن سے ایسا اتصال ہو کہ وہ ادراک کرے اور سلام و کلام کو سنے نماز وغیرہ پڑھے کیونکہ یہ چیزیں اس عالم دنیا میں عجیب و غریب ہیں جس کی یہ شان نہیں ہے لیکن برزخ اور آخرت کے امور اُمورِ دنیا کے مثل نہیں ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رقم طراز ہیں:-

چوں آدمی می میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم ہست وشعور وادراک کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر وروشن تر۔

ترجمہ:- جب آدمی مرتا ہے تو روح میں بالکل تغیر نہیں ہوتا ہے جس طرح وہ پہلے قوتوں کی حامل تھی اب بھی وہی ہوتی ہے۔ شعور وادراک جو وہ رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے بلکہ اب اس کا شعور وادراک پہلے

سے زیادہ صاف وروشن ہوتا ہے۔

تحفۂ اثنا عشریہ میں ہے:۔

> حال ارواح در عالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے و بدنے کار میکنند۔(۱۳)
>
> قبر میں ارواح کا حال فرشتوں کے حال کی طرح ہے کہ بغیر کسی شکل اور بدن کے کام کرتے ہیں۔

موصوف مجیب صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کی ان عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ "حامل قوی بود حالا ہم ہست وادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر وروشن تر اور کار میکنند" کا کیا مطلب ہے۔

علم غیب کا مسئلہ۔

مجیب صاحب پھر استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

> اور کوئی شخص کسی مردہ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ حالات دنیا اور زندہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں دور ہوں یا نزدیک وہ سب جانتا ہے ایسے شخص کو فقہانے کافر لکھا ہے اور بلاشبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک اور کافر ہے کیونکہ علم غیب بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

ہاں بے شک اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم غیب مستقلاً و بالذات خاص حضرت حق سبحانہٗ کا خاصہ ہے۔ مردہ تو مردہ اگر کسی زندہ اور عوام بشر ہی نہیں بلکہ خواص انبیاء میں سے بھی کسی کے ساتھ کوئی یہ خیال کرے کہ وہ بغیر قدرت وتعلیم حضرت رب العزت کے کچھ جانتا ہے یا جان سکتا ہے اور اس کے لئے علم ذاتی و استقلالی ثابت کرے وہ قطعاً ویقیناً کافر ہے لیکن یہ خوب یاد رہے کہ پھر زندہ اور قریب یا بعید، ایک بات اور ہر بات کی اس میں تخصیص وتقیید نہیں ہوسکتی جیسا کہ گروہ وہابیہ کا خیال ہے۔ ہاں خوب سمجھ لیجئے کہ حق تبارک و تعالیٰ کی تعلیم واعلام سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء عظام کا دنیا میں خواہ

برزخ میں کسی امر غیبی پر مطلع ہونا اور وہ امر قریب ہو یا بعید ہرگز نامشروع نہیں ہوسکتا اور اس عقیدہ رکھنے والے کو مشرک یا کافر کہنا سراسر خلاف دین و دیانت ہے (۱۴) کیونکہ قدرت الٰہیہ کے سامنے قرب و بعد دونوں ایک مرتبہ اور ایک حیثیت کے ہیں جس کو چاہیے کرامۃً عطا فرما دے تفسیر کبیر میں حدیث پاک **کنت سمعه الذی یسمع به** (۱۵) کے متعلق امام رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:۔

۱۴۔ مجیب صاحب نے جیسا کہ رقم کیا ہے کہ "علم غیب بجز اللہ کے کسی کو حاصل نہیں" ان کا یہ قول کس طرح درست ہوسکتا ہے جب کہ آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ ببانگ دہل اعلان فرما رہی ہیں کہ علم غیب پروردگار عالم نے اپنے منتخب رسولوں کو عطا فرمایا ہے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: **عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول** (ترجمہ: خدائے برتر عالم غیب ہے وہ کسی پر اپنے غیب کا اظہار نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے منتخب کرلے) **وماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء** (ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ منتخب کرلیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے غیب پر مطلع کردیتا ہے۔)

وماهو علی الغیب بضنین: وہ (رسول) غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

ان آیات مقدسہ کے علاوہ اور بہت سی آیات قرآنیہ نیز احادیث مبارکہ سے علم غیب عطائی رسولوں کے لئے ثابت ہے ان نصوص قطعیہ سے وہی شخص روگردانی کرسکتا ہے جو تعصب شدید کی بیماری میں مبتلا ہے ورنہ اطلاع علی الغیب اور اظہار غیب کو قرآن میں ذکر کرنا عبث ہوگا اور باری تعالیٰ کا کلام لغو و عبث سے پاک ہے۔

۱۵۔ پوری حدیث مندرجہ ذیل ہے:۔

ان اللّٰہ تعالی قال من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب وماتقرب الی عبدی بشئ احب الی مماافترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده الّتی یبطش بها ورجله الّتی یمشی بها ولئن سالتی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنّه۔

مشکوٰۃ: خطیب تبریزی، ج:۱، ص:۱۹۷، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیه ۱۳۷۵ھ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ جب میرا بندہ میری محبوب چیز جو میں نے اس پر فرض کی ہے اس کے ذریعہ قرب حاصل کرتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں وہ ان سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں وہ اس سے دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں وہ اس سے پکڑتا ہے میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

اذا صار الحق سمعاله سمع القریب و البعید۔

ترجمہ:- جب حق تبارک و تعالیٰ اس کے کان بن جاتا ہے تو وہ قریب و بعید چیزوں کو سن لیتا ہے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:-

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را میباشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس می شود زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانے مانع ایں دریافت نمی شود و مثال آن در وجود انسان روح بصری است کہ ستارہائے ہفت آسمان را درون چاہ می تواند دید۔

ترجمہ:- ارواح کا ایک تعلق قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے زائرین اعزاء و اقرباء اور دیگر دوستوں و احباب کی حاضری پر مطلع و آگاہ ہوتی ہیں اور ان سے انس حاصل کرتی ہیں اس لئے کہ روح کے لئے قرب اور بعد مکانی اس علم و دریافت کے مانع نہیں اور اس کی مثال موجودات میں انسان کے آنکھوں کی روح ہے کہ ساتوں آسمان کے ستارے کو کنوئیں میں دیکھ سکتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ موت کے بعد آدمی پر تین حالتیں گزرتی ہیں پہلی حالت کے متعلق لکھتے ہیں:-

''اول حالتے کہ بہ مجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شدہ کہ فی الجملہ اثر حیات سابقہ و الفت تعلق بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است و آں وقت گویا برزخ است۔(۱۶)

ترجمہ:- پہلی حالت یہ ہے کہ صرف روح بدن سے جدا ہوتی ہے کہ فی الجملہ سابقہ حیات کا اثر اور تعلق بدن کی الفت اور دوسرے اپنے ہم

۱۶۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، پارہ عم، ص:۱۳۸ مطبع مجتبائی دہلی

جنس شناساؤں سے تعلق باقی رہتا ہے اور یہ وقت گویا برزخ ہے۔

مجیب صاحب انبیاء کرام سے علم غیب کی نفی کے لئے آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:-

وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔(۱۷)

اسی کے پاس علم غیب کی چابیاں ہیں جن کو فقط وہی جانتا ہے۔

اس آیت و نیز دیگر آیات کا جو مطلب شریف ہے وہی تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے اور جو معنی تم تراشتے ہو وہ تمہاری نادانی و گمراہی کا نتیجہ ہے انبیاء کرام و اولیاء عظام کو بتعلیم الٰہیہ غیوب پر علم و اطلاع حاصل ہے آیت مذکورہ اس کی نفی نہیں کر رہی ہے مگر صد افسوس بعض لوگ **تؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض** (۱۸) پر عامل ہیں۔ اگر قرآن عظیم کو ایمانی نگاہ سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اطلاع غیوب نص قرآنی سے ثابت ہے اور تعصب کی نگاہ سے ہر چیز کفر و شرک دکھائی دے گی۔

اللہ جل شانہ وعم نوالہ کا فرمان ذیشان ہے:-

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ (۱۹)

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

آیت بالا میں واضح طور پر اس بات سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے برگزیدہ

۱۷۔ الانعام: آیت ۵۹۔

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے کہ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کتاب کا انکار کرتے ہو۔)

پروردگار عالم نے آیت مذکورہ میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی صفت بیان کی ہے کہ وہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے یعنی جو حکم ان کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا اس کو مان لیتے تھے اور جو حکم اس کے برخلاف ہوتا تھا اس میں تحریف کر دیتے تھے یہی حال عصر حاضر میں بعض فرقوں کا ہے کہ وہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے صرف نظر کر لیتے ہیں جو ان کے فاسد اعتقاد کی تردید کرتی ہیں۔

۱۹۔ آل عمران: آیت ۱۷۹

رسولوں کو علم غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد گرامی ہے:

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (۲۰)

وہ عالم الغیب اپنے غیب پر کسی کو سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے مطلع نہیں کرتا۔

اس نص قرآنی سے بھی انبیاء مرسلین کے لئے علم غیب کا ثبوت ہوتا ہے۔

ایک دیگر مقام پر ارشاد فرمایا:-

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما۔ (۲۱)

ترجمہ: (اے حبیب) تمہیں ہر اس چیز کا علم سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

شرح مشکوۃ میں ملا علی قاری شیخ امام ابوعبداللہ کی ''معتقد'' سے نقل کرتے ہیں:-

ونعتقد ان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب ویطوی له الارض و یمشی علی الماء ویغیب عن الابصار۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ بندہ احوال میں منتقل ہوتا ہے حتی کہ صفت

۲۰۔ **الجنّ**: آیت ۲۷

۲۱۔ **النساء**: آیت ۱۱۳، امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **انزل اللّٰہ علیک الکتاب والحکمة واطلعک علی اسرارهما اوفقک علی حقائقهما۔** مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)
امام فخر الدین رازی ج: ۲/ص: ۳۵۳ مطبع امیریہ مصر۔
ترجمہ: اللہ نے تم پر کتاب حکمت نازل فرمائی اور اس کے اسرار و رموز پر آپ کو مطلع فرمایا اور ان کے حقائق سے آپ کو واقف کرایا۔
صاحب تفسیر مدارک اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب** تفسیر نسفی۔ عبداللہ بن احمد محمود نسفی، ج: ۱/ص: ۲۴۸، تحت آیت ۱۱۳ سورۂ نساء ترجمہ: حضور کو امور دین وشرائع کا علم دیا گیا مخفی امور اور دل کے بھیدوں سے واقف کرایا۔

روحانیت کی طرف پہنچتا ہے تو غیب کو جان لیتا ہے زمین کی مسافت اسکے واسطے طے ہوجاتی ہے وہ پانی پر چلتا ہے اور نظروں سے غائب ہوجاتا ہے۔

مجیب صاحب رقم طراز ہیں:-

قال فی البزازیة من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر۔

بزازیہ میں ہے کہ جس نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

اس عبارت سے مجیب صاحب جو مطلب نکالنا چاہتے ہیں وہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس روایت سے کیا یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ زائرین کے سلام وکلام پر ارواح کو اطلاع نہیں ہوتی۔ یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کفر اسی صورت میں ہوگا جب بالذات اور بالاستقلال حضور ارواح کا اعتقاد رکھا جائے باقی رہا ارواح طیبہ کا متفرق مقامات پر حاضر ہونا سیر کرنا کتب دین سے بخوبی ثابت ہوتا ہے اس کو کون ذی ہوش شخص کفر ٹھہرا سکتا ہے۔ احادیث میں وارد ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹو میں جنت کی سیر کرتی ہیں۔ معراج کی رات حضور علیہ السلام نے انبیاء کرام سے ملاقات کی اور یہ ملاقات پہلی مرتبہ بیت المقدس میں ہوئی جہاں حضور نے امامت فرمائی پھر دوسری مرتبہ آسمانوں پر ہوئی، حضور کی یہ ملاقات دو حال سے خالی نہیں یا تو انبیاء کرام روح اور جسم دونوں کے ساتھ بیت المقدس اور آسمانوں پر حاضر ہوں گے یا صرف روح کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں ہمارا مدعی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ متفرق مقامات پر جا سکتی ہیں لیکن یہ قوت اللہ کی عطا کردہ ہے۔ کفر اسی صورت میں ہوگا جب یہ مانا جائے کہ ارواح کو مستقل بالذات سیر کرنے کی قوت ہے۔ اللہ کی عطا کردہ نہیں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت کے ہر فرد کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ ساری کائنات میں جس کو جو ملا اور جو زمانہ مستقبل

میں ملے گا وہ سب اللہ کا عطیہ ہے اللہ کے حکم کے بغیر کوئی پتہ حرکت نہیں کر سکتا۔

مجیب صاحب اس استفتاء کے جواب میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:۔

وذكر فيه ايضا ان من تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله يكفر لانه ظن ان الرسل يعلم الغيب۔

ترجمہ:۔ اور اسی میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کو شاہد بنا کر نکاح کیا وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے یہ گمان کیا کہ رسول غیب جانتے ہیں۔

مجیب صاحب کا یہ قول ان کی عجلت پسندی اور غیر تحقیقی مزاج پر دال ہے اگر ذرا سی تحقیق و تفتیش سے کام لیتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ عبارت مذکورہ کا وہ مطلب نہیں ہے جو موصوف سمجھے ہیں بلکہ حاشیہ شامی میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اگر باعتقاد تعلیم الٰہی کے ایسا کہا تو ہر گز کفر نہیں ہو سکتا یعنی اگر یہ اعتقاد رکھے کہ رسول علم غیب خدائے برتر کے بتانے اور مطلع کرنے سے جانتے ہیں اور اس اعتقاد کے ساتھ اس نے اللہ اور رسول کی شہادت کے ساتھ نکاح کیا تو ہر گز کفر نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سماع موتیٰ اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ۔

مجیب صاحب پھر استمداد بالقبور کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

جب کوئی شخص قبر کے پاس ملتجی ہوتا ہے اور کسی دینی یا دنیوی مطلب حاصل کرنے کے لئے اہل قبر یعنی مردوں کو پکارتا ہے اور ان سے مدد چاہتا ہے تو مردے اس کی التجا اور پکار نہیں سنتے اور کسی طرح اس کی مدد نہیں کر سکتے اور کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے جیسے پتھر یا کسی درخت سے کسی بات کی التجا کرنا اور مدد مانگنا لغو اور بے سود ہے اسی طرح کسی مردے سے کسی امر کی التجا کرنا اور مدد مانگنا مہمل اور بیکار ہے مردوں

کا نفع اور مدد پہنچانا کسی کے لئے دو امر پر موقوف ہے ایک یہ کہ جو کچھ ان سے کہا جائے اس کو سنیں۔

مجیب صاحب کی مذکورہ بات اپنے ذہن کی اختراع ہے۔ حضرات اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ وارشادات صحابۂ کرام کی روشنی میں حضرات اہل سنت کا عقیدہ بہت واضح ہے۔ مجیب صاحب نے اس عبارت میں واضح طور پر مردوں کے سننے کا انکار کر دیا جس کا بطلان گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے مزید تقویت کے لئے علماء اہل سنت کی کتابوں سے کچھ حوالے نقل کرتے ہیں۔

جامع البرکات میں ہے:-

تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را۔

تمام اہل سنت و جماعت جملہ مردوں کے لئے ادراکات جیسے علم وسماع وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

جذب القلوب میں ہے:-

بدانکہ تمام اہل سنت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از احاد بشر۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ تمام مردوں کو ادراک وشعور ہوتا ہے جیسے علم، سماع وغیرہ۔

شرح برزخ میں ہے:-

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان ذلک ثابت لسائر الموتی وعلیہ اھل السنۃ۔

ادراکات جیسے علم وسماع تو یقیناً یہ تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

شرح مثنوی شریف میں علامہ بحر العلوم لکھنوی لکھتے ہیں:-

اعتقاد بر سماع وادراک موتی فرض است۔

مردوں کے سننے اورادراک کرنے پر اعتقاد رکھنا فرض ہے۔

مواہب میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:-

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شک ثابت لسائر الموتٰی فکیف بلانبیاء

علم وسماع وغیرہ ادراکات تمام موتی کے لئے ثابت ہیں تو کس طرح انبیاء کے لئے ثابت نہیں ہونگے۔

اگر احادیث پر نظر ڈالی جائے تو صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی ودیگر کتب احادیث میں تو وہ احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے نہایت واضح طور پر علم وسماع موتی کا ثبوت کالشمس فی نصف النہار ہویدا ہے مگر جس کی اسلامی آنکھ پر توہب ونیچریت کی پٹیاں چڑھی ہوں اس کا کیا علاج۔

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر دن کی روشنی میں چمگادڑ نہ دیکھ سکے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے)

اگرچہ اس سے قبل بھی احادیث وتحقیقات علماء اہل سنت سے علم وسماع موتی کا ثبوت واضح ہو چکا اور آئندہ اور بھی ثبوت دیا جائے گا مگر اس مقام پر اس قدر لکھ دینا تاہم ضرور ہے کہ اگر زیادہ استعداد نصیب اعداء ہے تو مظاہر حق ترجمۂ مشکوٰۃ شریف جو آپ کے مولوی قطب الدین خاں صاحب کی طرف منسوب ہے اسی کو مطالعہ فرمالیجئے لکھتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے جو کوئی گزرے اوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے۔(۲۳)

۲۳۔ مظاہر حق: مولوی قطب الدین، ج: دوم/ص: ۸۳، کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور۔

بعد وفات مدد طلب کرنا۔

مجیب صاحب آگے لکھتے ہیں:۔

دوسرے یہ کہ نفع پہنچانے اور مدد کرنے کی طاقت رکھیں مگر مردوں میں دو امر میں سے کوئی نہیں پایا جاتا ہے یعنی وہ نہ کچھ سنتے اور نہ نفع پہنچاتے اور نہ مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

مجیب صاحب نے جو کچھ لکھا وہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور مذہب اہل سنت کے خلاف ہے ہمارے نزدیک مردے سنتے ہیں جس کے دلائل ہم نے ماسبق میں بیان کئے اور انبیاء کرام واولیاء عظام نفع ونقصان پہنچانے کی باذن اللہ طاقت وقوت رکھتے ہیں۔

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:۔

قال حجة الاسلام محمد الغزالی کل من یستمد به فی حیاته یستمد به بعد وفاته۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں ہر وہ جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کرنا صحیح ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی آگے لکھتے ہیں:۔

قال سیدی احمد بن ذروق شارح کتاب الحکم وهو من اعاظم الفقهاء وعلماء الصوفیة من دیار المغرب قال الشیخ ابو العباس الحضرمی یوما هل امداد الحی اقویٰ ام امداد المیت قلت انهم یقولون امداد الحی اقوی وانا اقول امداد المیت اقوی۔

سیدی احمد بن ذروق ''شارح کتاب الحکم'' ایک عظیم فقیہ دیار مغرب کے ایک صوفی عالم ہیں آپ نے فرمایا کہ شیخ ابو العباس حضرمی نے کہا کیا زندہ شخص کا مدد کرنا زیادہ قوی ہے یا مردہ شخص کا؟ میں نے کہا

لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی امداد زیادہ قوت رکھتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ طاقت والی ہے۔

نیز اسی میں فرماتے ہیں:-

وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف المنکرین فانه قد حدث فی زماننا شر ذمة ینکرون الاستمداد من الاولیاء الذین نقلوا من ھذہ الدار الفانیة الی الدار الباقیة الذین ھم احیاء عند ربھم ولکنھم لا یشعرون و یسمعون المتوجھین الیھم مشرکین باللّٰہ کعبدة الاصنام ویقولون مایقولون ومالھم علی ذلک من علم ان ھم الا یخرصون۔

ہم نے اس مقام کو منکرین کا رد کرنے کے لئے طول دیا کیونکہ ہمارے زمانے میں ایک چھوٹی سی جماعت ایسی پیدا ہوگئی ہے جو ان اولیاء اللہ سے استمداد کا انکار کرتی ہے جو اس دار فانی سے دار باقی کی جانب منتقل ہو گئے یہ حضرات اپنے رب کے پاس زندہ ہیں لیکن منکرین کو اس کا شعور نہیں (منکرین استمداد اولیاءً) ان لوگوں کو جو ان کی جانب متوجہ ہوتے ہیں بتوں کی عبادت کرنے والوں کی طرح مشرک سمجھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کہتے ہیں حالانکہ اس پر ان کے پاس سوائے اٹکل پچو کے کوئی علم نہیں ہے۔

صاحب سیرۃ شامی ''عقود الجمان'' میں فرماتے ہیں:-

لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفة رضی اللّٰہ عنه و یتوسلون الی اللّٰہ تعالٰی فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک۔

علماء کرام اور ضرورت مند ہمیشہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی

زیارت کرتے رہے اور بارگاہ پروردگار میں اپنی قضاءِ حاجت کے لئے ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

کشف الغطاء میں ہے:-

انکار استمداد وجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق بہ بدن را بالکلیہ وآں خلاف منصوص است و برایں تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو و بے معنی گردد وایں امر دیگر است کہ تمامۂ اخبار و آثار دال برخلاف آنست۔

استمداد و استعانت کے انکار کی کوئی صحیح وجہ دکھائی نہیں دیتی سوائے اس کے کہ پہلے روح کے بدن سے تعلق کا اصلاً انکار کیا جائے (یعنی روح کا بدن سے کوئی تعلق نہیں رہتا) اور یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو قبور کی زیارت وغیرہ بالکل لغو اور بے معنی ہو جائیں گے اور تمام احادیث و آثار اس کے برخلاف دلالت کرتے ہیں۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں:-

فالمعجزة على هذا لا يشترط لها حياة الرسول بل تكون بعد موته ايضا وكذالك الكرامة تكون بعد موت الولي ايضا۔(۲۴)

اس بنا پر معجزہ کے لئے رسول کی ظاہری حیات شرط نہیں ہے بلکہ وہ ان کے وصال کے بعد بھی ہوگا اسی طرح کرامت ولی کے وصال کے بعد بھی ہوگی۔

۲۴۔ **الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية**: سید عبدالغنی النابلسی دمشقی، ج:۱، ص:۱۹۹، باب کرامات الاولیاء الاحیاء والاموات

مدخل ابن حاج میں ہے:-

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارة قبور الصالحین محبوبة لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکة الصالحین جاریة بعد مماتهم کما کانت فی حیاتهم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بهم معمول به عند علماء المحققین من ائمة الدین۔

اہل عقل وفہم کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قبور صالحین کی زیارت برکت کی غرض سے محبوب ہے کیونکہ صالحین کی برکت ان کی وفات کے بعد بھی جاری وساری ہے جیسا کہ ان کی حیات میں تھی اور ان کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو شفیع بنانا علمائے محققین ائمہ دین کے نزدیک معمول بہ ہے۔

شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:-

ولهذا ینتفع بزیارة القبور والاستعانة من نفوس الاخیار۔(۲۵)

چنانچہ نیک حضرات کے قبور کی زیارت اور نفوس قدسیہ سے استعانت کرنے سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

یوں تو اکابر محققین اہل سنت کے اقوال بے شمار ہیں مگر آپ سے یہ امید کب ہو سکتی ہے کہ آپ ان تمام تحقیقات کو شرک وکفر اور ان اکابر کو مشرک وکافر نہ ٹھہرائیں، لہٰذا ان حضرات کے اقوال کی طرف متوجہ ہوئے جن کی شان میں آپ کی زبان سے ایسے کلمات کا استعمال شاید مشکل ہو۔

۲۵۔ شرح مقاصد: علامہ سعد الدین تفتازانی، ج:۲/ص:۴۳، مطبع الحاج محرم آفندی
(مزید وضاحت کے لئے حاشیہ نمبر ۹ دیکھئے۔)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:-

اویساں تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا می نمایندوارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خودازانہامی طلبند ومی یابند۔(۲۶)

اویسی لوگ اپنے کمالات باطنی کا مقصدان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات ومقاصداپنی مشکلوں کاحل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں۔

ناظرین وقارئین!

اب ذرادرج ذیل الفاظ پرغور کیجئے اور بتایئے ان کے قائل موحد تھے یا مشرک؟

ارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خودازانہامی طلبند ومی یابند۔

حضرات ان جملوں کو بار بار پڑھیئے اور خود فیصلہ کیجئے ان جملوں کے قائل کا کیا حکم ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:-

اولیاء اللہ دوستان ومعتقدان رادر دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان راہلاک می نمایند۔

اولیاء اللہ دوستوں اور معتقدین کو دنیا وآخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اب کوئی مجیب صاحب سے دریافت کرے کہ دنیا وآخرت کی مددگاری اور دشمنوں کا ہلاک کرنا کتنے ہزار من کا شرک ہے۔ مجیب صاحب کے فتوی کی رُو سے تمام اکابر اہل سنت و مشاہیر کرام مشرک وکافر ٹھہرتے ہیں یہاں تک کہ خودان کے پیشواشاہ اسماعیل دہلوی بھی ان کے فتوی کی زد میں آکر مشرک ہوجاتے ہیں۔

مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری

اب ہم کچھ عبارتیں نمونے کے طور پر شاہ اسماعیل دہلوی کی پیش کرتے ہیں تاکہ حجت مکمل ہوجائے اور مجیب صاحب کے علم میں بھی اضافہ ہوجائے کہ جن افعال کو وہ شرک وکفر ٹھہرا

۲۶۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، پارہ عم، سورہ انشقت ص:۱۳۹، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ

رہے ہیں وہ خود ان کے بزرگوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔فرقہ وہابیہ کا یہ المیہ ہے کہ ہمیشہ تضاد و تناقض کا شکار رہا ہے جس چیز کو شرک لکھتے ہیں وہی چیز کو دوسری کتابوں میں عین ایمان گردانتے ہیں لیجئے اس تضاد کو آپ خود ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں حضرت علی مشکل کشاء کرم اللہ وجہہ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

> در سلطنت سلاطین و امارت امر ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحانِ عالم ملکوت مخفی نیست
>
> سلاطین و بادشاہوں کی حکومت و سلطنت میں ان اہل اللہ حضرات کی ہمت کو دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

شاہ اسماعیل دہلوی اپنے پیر کی شان میں رقم طراز ہیں:۔

> روزے حضرت ایشاں بسوے مرقد منور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثنا بروح پرفتوح ایشاں ملاقات متحقق می شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہے بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شدہ۔(۲۷)
>
> ایک روز حضرت مرشدی خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کی قبر شریف کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کی مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اسی اثناء میں حضرت کی ملاقات

۲۷۔ فارسی ''صراط مستقیم'' کتاب دستیاب نہ ہوسکی مگر صراط مستقیم مترجم سے ہم بعینہٖ اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں کہ: ''ایک دن خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کی مرقد منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے اس اثناء میں ان کی روح پُرفتوح سے آپ کو ملاقات حاصل ہوئیں اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی کہ اس توجہ کے سبب سے ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا''۔(صراط مستقیم مترجم اردو، مؤلفہ: شاہ محمد اسمٰعیل، ص:۱۹۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

(خواجہ بختیار کاکی کی) روح مقدس سے ہوئی اور حضرت بختیار کاکی نے آپ کی طرف قوی توجہ فرمائی اسی توجہ کے سبب نسبت چشتیہ کا حصول متحقق ہوگیا۔

یہ تو معاملہ مراقبہ قبر کا تھا اب قبر کی کیفیت بھی سن لیجئے، اسی صراط مستقیم میں شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:۔

روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردید تا قریب یکماہ فی الجملہ تنازع در مابین روحین مقدسین ماندہ کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بجانب خود میفرمود و بعد انقراض زمان تنازع و وقوع مصلحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب [illegible]س ہر دو امام ہر نفس نفیس ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور می فرمودند تا آنکہ در ہماں [illegible]س نسبت ہر دو طریقہ نصیبۂ ایشاں گردد۔ (۲۸)

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحیں حضرت مرشد گرامی کے حال کی طرف متوجہ ہوئیں یہاں تک کہ تقریباً ایک ماہ تک ان دونوں روحوں کے درمیان تنازع رہا کہ ان دونوں

۲۸۔ صراط مستقیم مترجم میں اس کا ترجمہ بعینہ درج ذیل ہے:۔

"جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے۔ پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی"۔

(صراط مستقیم مترجم: ص: ۱۹۱، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔)

اماموں میں سے ہر ایک کا تقاضا جذب یہ چاہتا تھا کہ مکمل طور پر حضرت کو اپنی جانب متوجہ کرے تنازع کا زمانہ ختم ہونے، شرکت پر صلح ہونے کے بعد دونوں روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر تک وہ دونوں امام بنفس نفیس آپ پر قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے لہٰذا اسی پہر آپ کو دونوں طریقوں کی نسبت حاصل ہوگئی۔

مجیب صاحب شاہ اسماعیل دہلوی کی ان عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور اپنے اکابر کی تضاد بیانی کو ملاحظہ فرمائیں کہ جو باتیں تقویۃ الایمان میں شاہ اسماعیل صاحب نے شرک اعظم لکھی ہیں وہی باتیں اپنے بزرگوں کی شان میں صراط مستقیم میں عین ایمان ہوگئیں۔

اب اپنے ایک دوسرے پیشوا مولوی قطب الدین خاں صاحب کا ترجمۂ مشکوٰۃ ''مظاہر حق'' دیکھئے لکھتے ہیں:-

تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لئے وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبر کی ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں۔(۲۹)

دیکھئے مولوی قطب الدین خاں صاحب آپ کے اپنے پیشوا و مقتدا ہیں اس کے باوجود نیک لوگوں کے لئے تصرفات و برکات ثابت کر رہے ہیں۔

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو ہو کیوں کر علاج
راستہ کیوں کر ملے جب خضر بہکانے لگے

مردوں کے نہ سننے پر آیت سے دلیل اور اس کا جواب-

مجیب صاحب آگے لکھتے ہیں:-

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: **وما یستوی الاحیاء والاموات ان اللّٰہ**

۲۹۔ مظاہر حق: مولوی قطب الدین خاں، کتاب الجنائز-باب زیارۃ القبور، ج:۲/ص:۸۱

یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور الی قولہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مردے کچھ نہیں سنتے اگر سنتے تو ضرور آنحضرت ﷺ ان کو سنا سکتے حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ آپ نہیں سنا سکتے، مردوں کے نہ سننے پر یہ آیت بہت صاف اور واضح دلیل ہے۔

مجیب صاحب نے جس آیت کریمہ سے عدم سماع ارواح پر استدلال کیا ہے اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے یعنی یہ آیت کریمہ سماع ارواح پر دلیل ہے، جس مدعا پر یہ آیت کریمہ بکمال وضوح دال ہے وہ کسی حق پوش کی ناحق کوشی سے مخفی ومحتجب رہ سکے یہ محض حماقت اور نری خام خیالی ہے آیت مقدسہ کی تفسیر میں محققین کی تصریحات وتوضیحات شاہد ہیں کہ منطوق آیت آپ کے خیالات باطلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا، آیت کریمہ سے جو امر اجلی ومفہوم اطہر ثابت ہوا وہی اہل سنت کا صاف اور سچا عقیدہ ہے اگر آیت سے سماع ارواح من فی القبور کی نفی پائی جاتی تو آپ کو ضرور لب کشائی کا موقع حاصل تھا حالانکہ آیت کریمہ میں اسماع کی نفی ہے یعنی تم اپنا کام کرو، تبلیغ کئے جاؤ قلوب ہمارے اختیار میں ہیں من فی القبور کو تم نہیں ان کا سنانا ہمارا کام ہے۔ کہ اسی طرز پر دیگر مقامات پر بھی خطاب وکلام فرمایا گیا ہے ملاحظہ ہو آیت کریمہ

انک لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (۳۰)۔

۳۰۔ القصص: آیت ۵۶

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی آیت مذکور کا شان نزول بیان کرتے ہیں کہ:

قال الزجاج: اجمع المفسرون علی انھا نزلت فی ابی طالب وذلک انہ قال عند موتہ یا معشر بنی ھاشم صدقوا محمدا تفلحوا فقال علیہ السلام یا عم تامرھم بالنصیحۃ لا نفسھم وتدعھا لنفسک قال فما ترید یا ابن اخی قال ارید منک ان تقول لا الہ الا اللّٰہ اشھد لک بھا عند اللّٰہ قال یا ابن أخی أنا قد علمت أنک صادق ولکنی أکرہ أن یقال جزع عند الموت۔

(تفسیر نسفی: ج ۳، ص: ۲۴۰، مطبع اصح المطابع بمبئی)

بقیہ اگلے صفحہ پر......

جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی جانب ہدایت دیتا ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوا:- **انّ اللّٰہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور۔** (۳۱) لہٰذا اس آیت مقدسہ سے سماع موتی کی نفی نہیں ہو رہی ہے بلکہ اثبات ہو رہا

پچھلے صفحہ کا بقیہ:-

ترجمہ: مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی اور وہ اسلئے کہ ابو طالب نے اپنی موت کے وقت کہا اے بنی ہاشم کے گروہ تم محمد (ﷺ) کی تصدیق کرو کامیاب ہو جاؤ گے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے چچا تم ان لوگوں کو خیر کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفس کو چھوڑ دیتے ہو تو ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے تم کیا چاہتے ہو؟ حضور نے ارشاد فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ **لآ إلٰہ إلا اللّٰہ** پڑھ لو تو میں اللہ کے پاس آپ کے واسطے اس کلمہ کی شہادت دوں گا ابو طالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ میرے متعلق کہا جائے کہ وہ موت کے وقت گھبرا گیا۔

اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے چچا ابو طالب کے ایمان کو چاہتے تھے مگر وہ ایمان نہ لائے کیونکہ اللہ کی مشیت نہیں تھی کہ وہ ایمان لائیں اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہدایت حقیقی دینا حضور علیہ السلام کا کام نہیں ہے وہ پروردگار عالم کی شان ہے کہ جس کو چاہے ہدایت دے بلا شبہ اللہ نے رسول انور ﷺ کو ہادی بنا کر بھیجا ہے لیکن آپ کی ہدایت وہی شخص قبول کریگا جس کو مشیت پروردگار چاہے۔ یہی مطلب قرآن کی اس آیت مقدسہ **ان اللّٰہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور** (یقیناً اللہ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے تم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے) کا ہے یعنی اے لوگو! تم میں یہ طاقت وقوت نہیں کہ تم اپنا سلام وکلام اہل قبور کو سنا سکو یہ قدرت ہمارے اندر ہے کہ ہم جس کو چاہتے ہیں سناتے ہیں لہٰذا آیت میں سنانے کی نفی ہے سننے کی نفی نہیں ہے اگر مردوں کے سننے کی نفی آیت مقدسہ کر رہی ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت عمر سے کیوں ارشاد فرماتے کہ اے عمر! یہ مردے تم سے زیادہ سننے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے کیوں حکم دیا کہ اہل قبور کو سلام کرو وہ سلام کرنے والے کو جانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں جب کہ حضور کا ہر قول وعمل قرآن کی تفسیر ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو نفی وارد ہوئی ہے اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

۳۱۔ فاطر: آیت ۲۲۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:-

وقولہ تعالٰی ان اللّٰہ یسمع من یشاء ای یھدیھم الی سماع الحجۃ وقبولھا والانقیاد لھا وما انت بمسمع من فی القبور ای کما لا ینتفع الاموات بعد موتھم۔

(تفسیر ابن کثیر: علامہ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، ج:۳،ص:۵۱۴،سورۂ فاطر ۲۲۔)

ترجمہ: بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے یعنی اللہ ان لوگوں کو دلیل سنانے اس کے قبول اور پیروی کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور آپ (اے رسول) قبر والوں کو نہیں سنا سکتے یعنی یہ ایسے ہیں جیسا کہ مردے اپنی موت کے بعد کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔

ہے کہ تمہاری طاقت وقوت نہیں کہ تم مردوں کو اپنا کلام سنا دو بلکہ یہ کام ہماری قدرت میں ہے کہ ہم تمہارا کلام وسلام موتیٰ کو سنا دیتے ہیں جس طرح کہ ہدایت تمہارے قبضہ وقدرت میں نہیں ہے صرف تم تبلیغ کا فریضہ ادا کئے جاؤ ہدایت کا راستہ دکھائے جاؤ لیکن ہدایت کا نور اس کے دل میں ہم پیدا کریں گے ٹھیک اسی طرح تم اپنا کلام وسلام موتیٰ تک پہنچائے جاؤ، تمہارے سلام وکلام کو انھیں سنا دینا ہمارا کام ہے لہٰذا منطوق آیت سماع اموات پر بہت صاف اور نہایت واضح دلیل ہے۔

لیکن اگر مجیب صاحب اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ نفی اسماع سے خواہ مخواہ نفی سماع ہی مراد ہے تب بھی یہ ہمارے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ عدم سماع سے عدم اجابت وقبول حق مراد ہے جیسا کہ مشرک وکافر کے حق میں فرمان تعالیٰ ہے:-

صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ (۳۲)

کہ یہ لوگ گونگے، بہرے، اندھے ہیں یہ حق کی جانب رجوع نہیں کریں گے

تو کیا مشرکین حقیقتاً اندھے بہرے اور گونگے تھے؟ نہیں بلکہ اندھا انھیں اس معنیٰ میں کہا گیا ہے کہ حق دیکھنے کے باوجود حق کو قبول نہیں کررہے ہیں اس لئے یہ اندھے ہیں حق سننے کے باوجود اس کی پیروی واتباع نہیں کررہے ہیں اس لئے یہ بہرے ہیں حق واضح ہوجانے کے بعد حق گو نہیں ہیں اس لئے یہ گونگے ہیں ٹھیک اسی طرح ارشاد فرمایا گیا کہ

انک لا تسمع الموتٰی (۳۳)

۳۲۔ البقرۃ: آیت ۱۸

۳۳۔ النمل: آیت ۸۰۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی **انک لا تسمع الموتٰی** کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لما کانوا لا یعون ما یسمعون ولا بہ ینتفعون شبھوا بالموتی وھم أحیاء صحاح الحواس اس لئے کہ وہ (کفار) جو سنتے تھے ا[illegible]ط نہیں کرتے اور اس سے انتفاع نہیں کرتے تو ان کو مردوں سے تشبیہ دی گئی حالانکہ وہ زندہ تھے ان کے حواس صحیح تھے۔ (تفسیر نسفی: ج ۳/ص ۲۲۲، اصح المطابع ممبئی)

بقیہ اگلے صفحہ پر......

تم ان کفار ومشرکین کو اپنا کلام نہیں سنا سکتے۔

یعنی یہ کفار و مشرکین کو اپنا کلام اس معنی کر نہیں سنا سکتے کہ یہ آپ کی پیروی کریں کیونکہ یہ حق سن کر اس کو قبول نہیں کر سکتے ان کے کانوں پر خدا کی جانب سے مہر لگا دی گئی ہے اور اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں اس پر واضح دلیل قرآن مقدس میں موجود ہے کیونکہ اس آیت کے فوراً بعد ارشاد حق ہے:

ان تسمع الا من یؤمن بأیاتنا فھم مسلمون (۳۴)

جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے وہی سنتے ہیں اور وہی مسلمان ہیں یعنی وہی حق قبول کرنے والے ہیں۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اسماع سے سماع ہی مراد ہے اور سماع بھی بمعنی قبول واجابت نہیں ہے تب بھی یہ آیت آپ کے موقف کے لئے مفید اور ہمارے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ **من فی القبور** جسد خاکی ہے اب اگر سماع جسدی کی نفی کی گئی ہے تو اس پر بحث ہی کب ہے کہ اہل سنت جو علم و سمع و دیگر ادراکات ثابت کرتے ہیں وہ روح کے لئے ہیں نہ کہ جسد خاکی وفانی کے واسطے۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ آیت سورۂ فاطر کی ہے جو مکی ہے۔ اب اگر بالفرض آپ کا خیال صحیح ہے تو حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں مقتولین مشرکین سے کیوں خطاب کیا اور انھیں اپنا کلام سنانے کی کوشش کیوں کی؟ جب کہ اس سے پہلے آیت کریمہ **انک لا تسمع الموتٰی** نازل ہو چکی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت

علامہ عبداللہ بن محمود نسفی نے صراحتاً فرمایا ہے کہ موتی سے حقیقی مردے مراد نہیں بلکہ موتی سے زندوں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی لہٰذا اس آیت کریمہ سے مردوں کے عدم سماع پر استدلال کرنا کم فہمی اور عصبیت پر دلالت کرتا ہے۔ ضیاء القرآن میں ہے: **إنک لا تسمع الموتٰی** اس آیت میں الموتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مر چکے ہیں کفر و شرک پر پیہم اصرار کے باعث ان کی عقل وفہم کے چراغ بجھ گئے ہیں اور کسی بات میں سنجیدگی اور متانت سے غور وفکر کی صلاحیت دم توڑ چکی ہے علامہ خازن الموتی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی **موت القلوب وھم الکفار** (النمل) (دل کے مردہ اور وہ کفار ہیں) علامہ بغوی فرماتے ہیں یعنی **الکفار معالم التنزیل۔ النمل** علامہ قرطبی نے فرمایا موتی القلوب (جن کے دل مردہ ہیں) دیکھئے ضیاء القرآن: علامہ پیر کرم شاہ ازہری، ج: ۳/ص: ۵۸۲، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی۔

۳۴۔ النمل: آیت ۸۱۔

کریمہ کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نکالتے ہو ورنہ (معاذ اللہ) اللہ کے رسول ﷺ کا اس آیت کے معنی سے جاہل ہونا لازم آئے گا جو یقیناً منصب رسالت کے منافی ہے جب صحابہ نے حضور کو قلیب بدر پر مقتولین مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ایسے جسموں سے کلام کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی باتیں سن کر رب العزت کی قسم کھا کر تاکیداً ارشاد فرمایا۔

والذی نفس محمد ﷺ بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم (۳۵)

یعنی قسم اس ذات پاک کی جس کے دست قدرت میں ہماری جان

۳۵۔ صحیحین میں روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد مقتولینِ مشرکین کی لاشوں کو ایک گڈھے میں ڈال دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان مردہ مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں بن فلاں

فانا قد وجدنا وعد ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربكم حقا فقال عمر يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله ﷺ والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم۔

ترجمہ: جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا اس کو ہم نے حق پایا لیکن تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اسے درست پایا؟ حضرت عمر فاروق اعظم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے بات کر رہے ہیں جن میں روح موجود نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

صحیح بخاری۔ج:۲،ص:۵۶۶، کتاب المغازی باب قتل ابی جہل۔

بخاری میں روایت بالا حضرت ابوطلحہ سے مروی ہے اور مسلم شریف میں یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مردوں کے سننے کا انکار مروی ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ذكر عند عائشة رضی الله تعالىٰ عنها ان ابن عمر رفع الي النبي ﷺ ان الميت ليعذب فی قبره ببكاء اهله فقالت وهل ابن عمر رحمه الله انما قال رسول الله ﷺ انه يعذب بخطيئه وذنبه وان اهله يبكون عليه الآن قالت و ذلك مثل قوله ان رسول الله ﷺ قام على القليب وفيه قتلى بدر من المشركين فقال لهم ما قال انهم يسمعون ما اقول انما قال انهم الآن يعلمون ان ما كنت اقول لهم حق ثم قرأت انك لا تسمع الموتىٰ و ما انت بمسمع من فی القبور۔

بقیہ اگلے صفحہ پر......

ہے کہ میں جو کچھ اس وقت فرماتا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے۔

اب نہایت اختصار کے ساتھ آیت کریمہ کے متعلق حضرات اہل سنت کی تحقیق سماعت

پچھلے صفحہ کا بقیہ:-

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے تذکرہ آیا کہ عبداللہ ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ مردہ پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا ابن عمر کو یاد نہیں رہا، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا کہ مردہ پر اس کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور گھر والے اب روتے ہیں۔ ابن عمر کا یہ قول ان کے اس قول کی طرح ہے کہ حضور علیہ السلام جب چاہ بدر پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں تھیں آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں حالانکہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اب ان کو علم ہو رہا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق تھا پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت فرمائی: **إنک لا تسمع الموتٰی وما انت بمسمع من فی القبور۔** صحیح بخاری - کتاب المغازی: باب قتل ابی جہل: عن عروۃ۔

حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ میری بات سن رہے ہیں جب کہ حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”یہ جان رہے ہیں“۔ معتبر و معتمد محدثین نے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ارشاد فرماتے ہیں:-

قد خالفها الجمهور فی ذلک وقبلوا احدیث ابن عمر لموافقته من رواه غیره علیه ترجمہ: جمہور علماء نے اس میں حضرت عائشہ کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت کو قبول کیا ہے کیونکہ آپکے علاوہ جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی آپ کی روایت کے موافق ہے۔

علامہ ابن کثیر نے سماع اموات اور عدم سماع اموات کے متعلق دونوں فریق کے دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:-

والصحیح عند العلماء روایة عبدالله بن عمر لما لها من الشواهد علی صحتها من وجوه کثیرة۔ ترجمہ: علماء کرام کے نزدیک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت صحیح ہے اس لئے کہ اس کی صحت پر کثیر شواہد موجود ہیں۔ من جملہ شواہد کے ایک یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو تعلیم فرمائی کہ جب وہ قبرستان سے گزریں تو انہیں اس طرح سلام کریں کہ **السلام علیکم دار قوم مومنین** (اے مومنین کے گھر تم پر سلامتی ہو) سلام ایک خطاب ہے اور خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا اور سمجھتا ہو اگر اس خطاب کو سامع اور عاقل کے لئے نہ تسلیم کریں تو یہ لازم آئے گا کہ خطاب معدوم اور جماد کو ہو اور یہ عقل کے خلاف ہے پھر علامہ ابن کثیر نے اس سماع اموات کے متعلق سلف صالحین کا موقف بیان کیا ہے کہ **السلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاٰثار عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحی له ویستبشر۔** سلف کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار منقول ہیں کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج:۳/ص:۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، سورۂ روم۔

فرمایئے، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:-

قوله تعالیٰ انک لا تسمع الموتی لا ینافی قوله علیه السلام انهم یسمعون لان الاسماع هو ابلاغ الصوت من المسمع فی أذان السامع فان اللّٰه تعالیٰ هو الذی ابلغهم بان اسمعهم صوت النبی ﷺ بذلک۔

اللہ کا فرمان کہ "تم مردوں کو نہیں سنا سکتے" یہ حضور کے ارشاد کہ "مردے سنتے ہیں" کے منافی ومناقض نہیں ہے کیونکہ سنانے والے کی آواز کو سننے والے کے کانوں میں پہنچا دینا اسماع کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں تک (یہ آواز) پہنچاتا ہے بایں طور نبی کریم ﷺ کی آواز ان کو سنا دیتا ہے (لہٰذا آیت کریمہ میں "سنانے" کی نفی ہے نہ کہ "سننے" کی)

دوسری جگہ شاہ صاحب شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:-

وقد اجیب ایضا بان المراد بالموتٰی ومن فی القبورهم الکفار مجازا من غیر نظر الی حقیقة الکلام والمراد بعدم السماع عدم اجابتهم للحق بدلیل ان الاٰیتین نزلتا فی دعاء الکفار الی الایمان وعدم اجابتهم لذلک

یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ مردے اور من فی القبور سے حقیقت کلام سے صرف نظر کرتے ہوئے مجازاً کفار مراد ہیں اور عدم سماع سے مراد ان کفار کا حق کو قبول نہ کرنا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں آیتیں کفار کو ایمان کی دعوت اور ان کے اس دعوت کو نہ قبول کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔

شرح مشکوٰۃ میں محدث دہلوی لکھتے ہیں:-

ثم اعلم انه قد ثبت من هذا سماع الموتٰی کلام الاحیاء ولئن تنزلنا عن هذا فلا یلزم من نفی السماع نفی العلم لان السماع یکون بالحاسة الذی فی البدن وقد خربت واما العلم فیکون بالروح فبقی علمه الذی لایکون بالقوی الجسمانیة فیکون علمه المسموعات والمبصرات لا علی وجه الابصار والسمع بخروج الشعاع وقرع الصوت کما اول بعض المتکلمین سمع اللّٰہ تعالٰی وبصره بالعلم بالمسموعات والمبصرات وقد وردت الاخبار والاٰثار لعلم الموتٰی باحوال الزائرین و معرفتهم ایّاہ حتی ورد الزیارة یوم الجمعة احب لانه یکون فی هذا الیوم علم المیت اتم واکمل۔

پھر جان لیجئے کہ اس سے مردوں کا زندوں کے کلام کو سننا ثابت ہو گیا اگر ہم اس موقف سے اتریں تو بھی سماع کی نفی سے علم کی نفی لازم نہیں آتی اس لئے کہ سننا اس حاسہ (یعنی کان) کے ذریعہ ہوتا ہے جو بدن میں ہے اور وہ حاسہ (مرنے کے بعد) بے کار ہو جاتا ہے اور علم روح کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس میت کا علم باقی رہے گا جو قوی جسمانیہ کے ذریعہ نہیں ہوتا تو اس میت کا مسموعات ومبصرات کو جاننا ابصار اور سماع کے طور پر نہیں ہوگا مثلاً وہ آنکھ سے شعاع نکلے یا کان سے آواز ٹکرائے بلکہ یہ اس طرح ہوگا جیسا کہ بعض متکلمین نے اللہ کے سماع و بصر کو مسموعات و مبصرات کے جاننے سے تاویل کیا ہے متعدد احادیث و آثار اس پر وارد ہیں کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کے احوال سے واقف ہوتے ہیں حتی کہ یہ بھی وارد ہوا ہے

کہ جمعہ کے دن زیارت قبور کرنا زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس دن میت کا علم اتم واکمل ہوتا ہے۔

شرح الصدور میں آیت کریمہ **وما انت بمسمع من فی القبور** کے متعلق لکھا ہے:-

وهذه الاٰية كقوله تعالى افانت تسمع الصم اوتهدى العمى ان اللّٰه هوالذى يهدى ويوفق ويوصل الموعظة الى أذان القلوب لا انت وجعل الكفار امواتا و صما على جهة التشبية بالاموات وبالصم فاللّٰه هوالذى يسمعه على الحقيقة

یہ آیت (**وما انت بمسمع من فی القبور**) اللہ کے اس فرمان کے مثل ہے کہ آپ بہرے کو نہیں سنا سکتے یا آپ اندھے کو ہدایت نہیں دے سکتے اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور نصیحت وموعظت کو دلوں کے کانوں میں پہنچاتا ہے نہ کہ آپ، اللہ نے کفار کو بطور تشبیہ مردہ، بہرا، اندھا قرار دیا اور اللہ ہی حقیقتاً سناتا اور ہدایت دیتا ہے۔

(لہٰذا **من فی القبور** سے چلتے پھرتے مردے مراد ہیں نہ کہ حقیقی مردے جیسا کہ **افانت تسمع الصم** سے وہ مراد ہیں جو حق کو نہیں سنتے ہیں نہ کہ حقیقی بہرے)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں علامہ علی قاری لکھتے ہیں:-

المراد من الموتٰى الكفار والنفى منتصب على نفى النفع لا على مطلق السماع كقوله تعالٰى صم بكم عمى فهم لا يعقلون اوعلى نفى الجواب المتربت على السمع قال البيضاوى فى قوله تعالٰى لاتسمع الموتٰى وهم مثلهم لما سد وإ عن الحق مشاعرهم ان اللّٰه يسمع من يشاء اى بيديه فيوفقه

لفهم أياته والاتعاظ بعظاته وما انت بمسمع من فی القبور توبیخ لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات والمبالغة فی اقناط منهم (۳٦)

موتی سے مراد کفار ہیں اور نفی تو نفی انتفاع پر محمول ہوگی نہ کہ مطلق سماع پر جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:- **صم بکم عمی فهم لا یعقلون** یہ کفار بہرے گونگے اندھے ہیں، عقل نہیں رکھتے (اس آیت میں بہرے اندھے گونگے سے مراد عدم انتفاع ہے) یا نفی اس جواب کی نفی پر محمول ہوگی جو سماع پر مرتب ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اللہ کے فرمان عالی **لاتسمع الموتی** کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ (کفار) مردوں کے مثل ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے مشاعر کو حق سے روک لیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے یعنی اسی کے دست قدرت میں یہ ہے کہ وہ اپنی آیات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما انت بمسمع من فی القبور** سے کفر پر اصرار کرنے والوں کو مردوں سے تشبیہ وتمثیل دینے میں زجر وتوبیخ ہے اور ان کفار سے مایوس کرنے میں مبالغہ مقصود ہے کہ آپ جس طرح مردوں کو ہدایت دینے سے مایوس ہو اسی طرح ان مردہ نما کفار سے مایوس ہوجایئے کہ یہ حق قبول نہیں کرتے۔

پھر لکھتے ہیں:-

فالایة من قبیل انک لا تهدی من احببت ولکن اللّٰه یهدی

۳٦۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح: ملا علی قاری، ج ۷، ص ۴۷۵، کتاب الجهاد باب حکم الأسرای، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

۳۷۔ مرجع سابق

من یشاء(۳۷)

آیت کریمہ (انک لا تسمع الموتٰی) انک لا تھدی من احببت کے قبیل سے ہے یعنی آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء السقام میں فرماتے ہیں:۔

لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی وھو اماللروح وحدھا حالۃ کون الجسد میتا او متصلۃ بالبدن حالۃ عود الحیاۃ الٰی۔ذلک۔(۳۸)

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو موت کے ساتھ متصف ہے وہ سماع کے ساتھ بھی متصف ہے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سماع موت کے بعد زندہ کو حاصل ہوتا ہے اب وہ سماع صرف روح کو ہوگا جسم کے مردہ ہونے کی حالت میں یا روح کے بدن سے متصل ہونے کے وقت جبکہ حیات جسم کی طرف لوٹے۔

شاہ عبدالقادر صاحب ''موضح القران'' میں آیت **وماانت بمسمع** کے متعلق لکھتے ہیں:۔

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں اور بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردہ کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ کا قول اور اس کی وضاحت۔

مجیب صاحب آگے اپنے قلم کی شعلہ بیانی دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

۳۸۔ **شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام**: علامہ تقی الدین سبکی: الباب الثامن فی التوسل والاستعانۃ والتشفع بالنبی ﷺ ص:۱۵۷، المطبعۃ الدائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد ۱۳۱۵ھ

حضرت عائشہ نے مردوں کے نہ سننے پر اس آیت سے دلیل پکڑی ہے۔

مجیب صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو سماع موتی کا انکار کیا ہے اس سے مراد سماع ابدان ہے کہ مردوں کے بدن نہیں سن سکتے اس میں سماع ارواح کا انکار نہیں ہے کیونکہ موتی کے علم و سماع و ادراکات کی حضرت عائشہ منکر نہیں بلکہ آپ اس کا اقرار کرتی ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ سے ایک روایت مروی ہے کہ:۔

قالت قال رسول الله ﷺ مامن رجل يزور قبر اخيه ويجلس عليه الا إستانس به حتى يقوم۔(۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو صاحب قبر کو اس سے انس ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ وہاں سے کھڑا ہو جائے۔

مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

كنت ادخل بيتى الذى فيه رسول الله ﷺ وانى واضع ثوبى واقول انما هو زوجى وابى فلما دفن عمر مادخلته الا وانا مشدودة على ثيابى حياءً من عمر۔(۴۰)

جس متبرک مکان میں آنحضرت ﷺ کی خواب گاہ اور مرقد شریف ہے اس کے اندر جانے میں مجھ کو پردہ کا خیال نہ ہوتا بلا حجاب و نقاب آتی جاتی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کوئی غیر نہ تھا جس سے میں پردہ کرتی ایک میرے باپ تھے اور ایک میرے خاوند مگر جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے قسم خدا کی اس دن سے حضرت عمر کی شرم کے مارے تمام بدن ڈھانپے بغیر کبھی حجرہ کے اندر قدم نہ رکھا۔

۳۹۔ شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور: حافظ سیوطی: باب زیارۃ القبور، ص: ۸۰

۴۰۔ مشکوۃ شریف بحوالہ مسند احمد بن حنبل: باب زیارۃ القبور۔ج:۱،ص: ۱۵۴، اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ

اگر ارواح کے لئے ادراکات باقی رہنا، دیکھنا، سننا باطل ہے تو یہ فضول شرم و حیا کیسی؟ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ارواح کے لئے ادراکات باقی رہتے ہیں خواہ سمعیہ ہوں بصریہ ہوں یا علمیہ ہوں۔

ایک دوسری صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت صدیقہ نے بھی موافق حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام کے مثل حدیث سماع کو روایت فرمایا ہے جو ان کے رجوع کی قوی دلیل ہے جیسا کہ شرح بخاری مواہب وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے پس حضرت عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کو کیونکر باطل قرار دیا جاسکتا ہے۔(۴۱)

آگے مجیب صاحب رقمطراز ہیں:-

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے **فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذ ولوا مدبرین** (۴۲)

بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پشت پھیر کر بھاگیں۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردے کچھ نہیں سنتے ہیں۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں آیت مذکورہ کی مکمل وضاحت فرمادی کہ موتٰی سے مراد

۴۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سماع اموات کو ثابت کرتی ہے اور حضرت عائشہ ابتدائی میں اپنے اجتہاد کی بناء پر سماع اموات کی منکر تھیں ان سے عدم سماع اموات میں جو روایت منقول ہے اس کو جمہور محدثین نے مرجوح قرار دیا اور حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت راجح قرار دے کر سماع اموات کو تسلیم کیا ہے۔

۴۲۔ النمل: آیت ۸۰۔

۴۳۔ اگر آیت کریمہ کے ترجمہ کو ہی غور سے پڑھا جائے تو ادنیٰ عقل رکھنے والے پر بھی یہ روشن ہو جائے گا کہ آیت میں موتیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مردہ ہیں جو حق کو جانتے ہوئے بھی اسے قبول کر کے اسلام کے دامنِ عافیت میں پناہ نہیں لے رہے ہیں اور اس مراد پر قرینہ **ولوا مدبرین** شاہد عدل ہے کیونکہ مردے پشت پھیر کر نہیں بھاگتے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پکار کو سن کر وہ بدنصیب بھاگتے ہیں جن کے دلوں پر رب جبار و قہار کی مہر لگ چکی ہے جن کے کان قوت سماعت رکھتے ہوئے بھی حق کو نہیں سنتے ہیں اور حضور کی دعوت الی الاسلام کو سن کر پشت پھیر کر بھاگتے ہیں لہٰذا

بقیہ اگلے صفحہ پر......

کیا ہے۔(۴۳)

امام سیوطی کا مسلک۔

مجیب صاحب لکھتے ہیں:۔

تفسیر جلالین میں ہے **والموتٰی ای الکفار شبههم فی عدم السماع یبعثهم اللّٰه فی الاٰخرة ثم الیه یرجعون یردون لیجازیهم باعمالهم۔** (موتی یعنی کفار کو اللہ نے عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی ہے اللہ ان کو آخرت میں اٹھائے گا پھر وہ اسی کی جانب لوٹیں گے تا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے **انما یستجیب الذین یسمعون ای انما یجیب الذین یسمعون لفهم وتاویل کقوله اوالقی السمع وهو شهید وهولاء کالموتٰی الذین لایسمعون والموتٰی یبعثهم اللّٰه فیعلمهم حین لا ینفعهم ثم الیه یرجعون للجزاء۔**

ان آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے نہیں۔

ان آیات سے جو امر ثابت ہے وہ ہمارے لئے مضر نہیں اور جو تمہارا خیالِ باطل ہے اس کا

پچھلے صفحہ کا بقیہ:

آیت میں موتی اور صم سے زندہ لوگ مراد لئے جائیں تو یہ تفریق کرنے والا بالکل اس شخص کی طرح ہوگا جو اپنی کم فہمی اور کج روی کے باعث **لا تقربو الصلوٰة وانتم سکاریٰ** میں تفریق کرتے ہوئے کہے **لا تقربو الصلوٰة** (نماز کے قریب مت جاؤ) علیحدہ حکم ہے **وانتم سکاریٰ** (تم مدہوش ہو) علیحدہ ہے تو ایسے شخص کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

صاحب تفسیر نسفی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فانک لا تسمع الموتٰی ای موتی القلوب اوهولاء فی حکم الموتی فلا تطمع ان یقبلوا منک۔ تفسیر النسفی: عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، ص:۲۷۶، النمل: آیت ۸۰، اصح المطابع بمبئی

ترجمہ: آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی مردہ دلوں کو نہیں سنا سکتے یا وہ (کفار) مردوں کے حکم میں ہیں آپ طمع نہ کریں کہ وہ آپ کی بات قبول کریں۔ علامہ ابن کثیر نے بھی موتی سے مراد موتی القلوب لیا ہے۔

ثبوت نہیں۔ یہ غور طلب بات ہے کہ اگر جلالین وغیرہ میں ان آیات مقدسہ سے نفی سماع ارواح ثابت ہوتی تو وہی صاحب جلالین وغیرہ اپنی دیگر تصنیفات میں عقیدۂ سماع ارواح اور ادراک ارواح کو حق تسلیم کیوں کرتے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' اور ''البدور السافرۃ فی امور الاٰخرۃ'' میں بدرجۂ اتم مردوں کے سننے اور ان کے ادراک پر دلائل و براہین کا انبار لگا دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات سماع ارواح کے قائل تھے لہٰذا آیات بالا سے آپ کا عدم سماع ارواح پر استدلال کرنا باطل ہے۔

امام ابن ہمام کا مسلک۔

مجیب صاحب پھر اپنے قلم کو جنبش دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> قال فی فتح القدیر فی کتاب الجنائز ھذا عند اکثر مشائخنا وھو ان المیت لا یسمع عندھم علی ما صرحوا بہ فی کتاب الایمان فی باب الیمین بالضرب لو حلف لا یکلم فلاناً فکلمہ میتًا لا یحنث لانھا تنعقد علی ما حیث یفھم والمیت لا لیس یفھم والمیت لیس کذلک لعدم السماع۔
>
> فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک میت نہیں سنتی ہے اسی لئے کہ فقہا نے کتاب الایمان، باب الیمین بالضرب میں صراحت سے فرمایا ہے کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے کسی مردے سے کلام کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس پر منعقد ہوگی جو فہم رکھتا ہو اور میت نہیں سمجھتی ہے لہٰذا عدم سماع کے باعث مردہ اس طرح نہیں ہے۔

ایمان سے کہنا کہ کبھی فتح القدیر ہاتھ میں بھی اٹھا کر دیکھی ہے یا صرف اپنے علماء کی کتابوں میں اس کا حوالہ دیکھ کر یہ عبارت لکھ ماری؟ فتح القدیر وہ کتاب نہیں جو صرف آپ ہی نے

ملاحظہ فرمائی اور دیگر محققین کی نظر سے نہ گزری، خیر اب سنئے کہ فتح القدیر میں کیا لکھا ہے پھر ہم آپ کی پیش کردہ عبارت آپ کو سمجھائیں گے۔

علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ والرضوان فتح القدیر میں لکھتے ہیں:-

ویاتی القبر الشریف و یستقبل جداره ویستدبر القبلة وماعن ابی اللیث انه یقف مستقبل القبلة مردود بماروی ابو حنیفة رضی الله عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله عنهما قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

(۴۴)

پھر سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ مبارک پر حاضری کے وقت مزار مبارک کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پیٹھ پھیرے اور فقیہ ابو اللیث سے جو مروی ہے کہ قبلہ رو کھڑا ہو وہ قول مردود ہے کیونکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مزار مبارک کے سامنے قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور قبلہ کو پیٹھ دے کر قبر اطہر واشرف کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرے **السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔**

کیوں صاحب فتح القدیر کی اس عبارت سے یہی تو ثابت ہوا کہ معاذ اللہ پتھروں سے بات چیت کرنا اور ان کو سلام کرنا محض بے کار ہے اور روح کو سماع ثابت نہیں۔

۴۴۔ فتح القدیر: امام کمال الدین المعروف ابن ہمام (م: ۶۸۱ھ) ج:۳/کتاب الحج: باب زیارۃ قبر النبی ﷺ ص:۱۶۸، ۱۶۹۔ پوربندر گجرات

اسی فتح القدیر میں ہے:-

قالوا فی زیارة القبور مطلقا ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل رأسه فانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابلاً بصره لان بصره ناظر الی جهة قدمیة اذاکان علی جنبه۔(۴۵)

یعنی حضرات علماء دین عام قبور کی زیارت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ صاحب قبر کے پاؤں کی طرف سے زائر آئے سرہانے کی طرف سے نہ آئے کیونکہ سرہانے کی جانب سے آنے میں میت کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے برخلاف پہلی صورت کے کہ پاؤں کی طرف سے آنے والا میت کی نگاہ کے روبرو ہوگا اس واسطے کہ جب میت کروٹ پر ہے تو اس کی نگاہ اپنے پاؤں کی طرف ہوتی ہے۔

اسی فتح القدیر میں ہے:-

ثم یتاخر عن یمینه قدر زراع فلیسلم علی ابی بکر رضی اللّٰہ عنه فیقول السلام علیک یا خلیفة رسول اللّٰہ ﷺ وثانیة فی الغار ابابکر الصدیق جزاک اللّٰہ عن امة محمد ﷺ ثم یتاخر کذلک قدر ذراع فیسلم علی عمر رضی اللّٰہ عنه فیقول السلام علیک یا امیر المؤمنین عمر الفاروق والذی اعز اللّٰہ به الاسلام جزاک اللّٰہ من امة محمد ﷺ خیرا۔(۴۶)

پھر زائر ایک گز کے بقدر داہنی جانب ہٹے اور حضرت ابوبکر صدیق کو

۴۵۔ مرجع سابق نفس الصفحہ

۴۶۔ مرجع سابق ص:۱۷۰

سلام کرے پس کہے اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ، اے یار غار ابوبکر صدیق آپ پر سلامتی ہو۔ اللہ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے پھر وہ اسی طرح ایک گز کے بقدر داہنے جانب ہٹے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سلام کرے تو کہے اے امیر المومنین عمر فاروق اعظم، اے وہ ذات جس کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی آپ پر سلامتی ہو اللہ رب العزت آپ کو امت محمدیہ کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

مجیب صاحب نے فتح القدیر کی جس عبارت سے عدم سماع ثابت کیا ہے آیئے اس کے بارے میں بھی سن لیجئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص مثلاً زید سے بات نہ کروں گا تو اس قسم کا اثر زید کی زندگی تک محدود رہے گا، زید کے مرنے کے بعد اگر اس سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور اس کی وجہ ہمارے علماءِ دین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہے لفظ سے جو عرفی معنیٰ سمجھے جاتے ہیں ان ہی معانی عرفیہ کا قسم میں لحاظ کیا جائیگا معانی شرعیہ ولغویہ معتبر نہ ہوں گے پس چونکہ عرفاً کلام سے کلام زندگانی دنیاوی مراد ہوتا ہے یعنی جب تک وہ دنیا میں جیتا رہے گا ہم اس سے بات نہ کریں گے لہٰذا زید کی موت کے بعد اس کی لاش سے کلام کرنے سے حانث نہیں ہوسکتا۔

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں بعد نقل وحوالہ فتح القدیر کے فرماتے ہیں:۔

هذا منهم مبنى على ان مبنى الايمان على العرف فلا يلزم منه نفى حقيقة السماع كما قالوا فيمن حلف لاياكل اللحم فاكل السمك مع انه تعالٰى سماه لحما طريا۔ (۴۷)

۴۷۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملا علی قاری، ج ۷، ص ۴۷۵، کتاب الجہاد باب حکم الاسرائی، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

جن علما نے یہ بات کہی دراصل ان کی یہ بات اس بنیاد پر ہے کہ قسمیں اور حلف یہ عرف پر مبنی ہوتے ہیں، اس سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ مردے نفس الامر میں سنتے نہیں ہیں جس طرح ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گوشت نہ کھاؤں گا اور مچھلی کھائی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اگر چہ قرآن میں مچھلی کو گوشت کہا گیا یعنی جس طرح اور جانوروں بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کے گوشت پر لحم کا اطلاق حقیقی و اصلی ہے اسی طرح مچھلی کے گوشت پر بھی لحم کا اطلاق نفس الامری اور حقیقی ہے مگر اس کے کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اور یہ عرف کی بنیاد پر ہے پس اسی طرح گو حقیقتاً سماع حاصل ہے مگر بعد موت کے کلام کرے گا تو عرف کی بنیاد پر اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اسی مسئلہ یمین کو ذکر فرما کر اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں **مبنی الایمان علی العرف لاالحقیقة** (ترجمہ: قسموں کی بناء عرف پر ہوتی ہے نہ کہ حقیقت پر) اپنے مقتدا صاحب ماۃ المسائل کی مستند کتاب کافی کو ملاحظہ فرمایئے:-

الاصل ان الالفاظ المستعملة فی الایمان مبنیة علی العرف ولنا ان غرض الحالف ماهو المتعارف فیفید بما هو غرضه الاترى ان من حلف ان لایستضئی بالسراج اَولا یجلس علی البساط فاستضاء بالشمس او جلس علی الارض لا یحنث وان سمی فی القران الشمس سراجا والارض بساطا رجل حلف ان لا یدخل بیتًا لا یحنث بدخول الکعبة۔

قسموں میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں وہ عرف عام پر مبنی ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حالف (قسم کھانے والے) کی غرض و غایت متعارف ہوتب بھی قسم اس کی غرض کا فائدہ دے گی۔

کیا آپ نہیں دیکھتے اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ چراغ سے روشنی حاصل نہیں کریگا یا فرش پر نہیں بیٹھے گا اگر اس نے سورج سے روشنی حاصل کی یا وہ زمین پر بیٹھ گیا تو حانث نہیں ہوگا اگر چہ قرآن میں سورج کو چراغ اور زمین کو فرش کہا گیا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اگر وہ کعبہ میں داخل ہوگیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اسی فتح القدیر میں ہے:-

لان الاصل ان الایمان مبنیة علی العرف لاعلی الحقیقة اللغویة ولا علی الاستعمال القرانی ولا علی النیة مطلقا۔ (۴۸)

اس لئے کہ قسموں کی بنا عرف عام پر ہے حقیقت لغویہ پر نہیں اور نہ قرآنی استعمال پر اور نہ ہی نیت پر۔

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:-

نقول یمینة لا ینعقد الا علی الحی لان المتعارف هو الکلام معه۔ (۴۹)

ہم کہتے ہیں کہ قسم زندہ پر منعقد ہوگی اس لئے کہ اسی سے کلام کرنا

۴۸۔ فتح القدیر: علامہ ابن ھمام

۴۹۔ فتح القدیر: امام کمال الدین المعروف ابن ہمام- ج:۵/ص:۱۳۳، کتاب الایمان، باب الیمین فی الکلام

متعارف ہے۔

علامہ ابن ہمام نے متعدد مواضع پر تصریح فرمادی ہے کہ قسموں میں حقیقت کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ عرف پر محمول ہوتا ہے۔ اب مجیب صاحب بتائیے کہ علامہ ابن ہمام کی جس عبارت سے آپ عدم سماع ارواح ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ کہاں ثابت ہوا۔

مردوں کے نہ سننے پر دوسری دلیل اور اس کا رد -

مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

حدیث میں جو آیا ہے کہ مردوں کی زیارت کے واسطے جو جاوے تو السلام علیکم یا اہل القبور کہے تو اس سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا۔

احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ میں اس بات پر واضح صراحت ہے کہ مردے سنتے ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکیدی الفاظ میں قسم کھا کر فرمایا کہ تم مردوں سے زیادہ بہتر نہیں سن سکتے لیکن جس کی آنکھوں پر تعصب اور ہٹ دھرمی کا پردہ پڑا ہوا سے بخاری و مسلم کی یہ احادیث مبارکہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔

کیا معاذ اللہ آنحضرت ﷺ نے ایسا حکم دیا جس کی تعمیل میں سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی اثر نہ ہو؟ جب آپ کے نزدیک مردے نہیں سن سکتے تو ان سے سلام و کلام کا حکم کیا معنی رکھتا ہے؟

خیر تم کسی اور کی کب ماننے لگے لہٰذا ہم تمہیں تمہارے ہی مقتدا و پیشوا کی کتاب سے آئینہ دکھا دیتے ہیں مأۃ المسائل میں آپ کے مقتدیٰ لکھتے ہیں:-

سوال: نوزدہم: سماعت موتیٰ سلام زائر در شرع آمدہ یا نہ؟

جواب: سماعت موتی سلام زائر را در شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری از سیوطی نقل نمودہ **هكذا عبارته قال السيوطى اخرج العقيلى عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال ابو رزين يا رسول الله ان طريقى على الموتىٰ فهل من كلام اتكلم به اذا مررت**

علیھم فقال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمومنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون قال ابو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا قال یا ابارزین الاترضٰی ان یرد علیک بعد دھم من الملائکۃ وقولہ لا یستطیعون ان یجیبوا ای جوابا یسمعہ الحی والافھم یردون حیث لا تسمع۔(۵۰)

نواں سوال: زائر کے سلام کو مردوں کا سننا شریعت میں آیا ہے یا نہیں؟

جواب: زیارت کرنے والے کے سلام کا سننا شرح مشکوٰۃ میں ہے جس کو ملا علی قاری نے امام سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابو رزین نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرا راستہ مردوں کے پاس سے ہے تو جب ان کے پاس سے گزروں تو کس چیز کے ذریعہ ان سے کلام کروں تو حضور علیہ التحیہ والتسلیم نے فرمایا تم کہو اے مسلمان قبر والوں تم پر اللہ کی سلامتی ہو تم ہم سے سابق ہو ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور یقینا انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں ابورزین نے عرض کیا کیا مردے سنتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے پھر حضور نے فرمایا اے ابورزین تو اس سے راضی نہیں کہ ان کے عدد کے بقدر فرشتے تجھے جواب دیں“ اور حضور نے جو فرمایا کہ مردے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے اس کا

۵۰۔ مائۃ مسائل: شاہ اسحاق دہلوی، ص: ۳۵، مصطفائی محمد حسین خاں

مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے جس کو زندہ سنے ورنہ وہ جواب دیتے ہیں جس کو سنا نہیں جاسکتا۔

حیوانات اور جمادات کا ادراک اور کلام-

مجیب صاحب لکھتے ہیں:-

خطاب سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخاطب سنتا بھی ہو بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر نے حجر اسود سے مخاطب ہو کر کہا **انی اعلم انک حجر لاتنفع ولاتضر**۔ دیکھو حضرت عمر نے پتھروں سے خطاب کیا حالانکہ اس میں سننے کی قوت نہیں۔

جناب والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک پتھر میں بھی قوت ادراک ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:-

الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا وھذا مذھب اھل السنة وتدل علیه الاحادیث والاٰثار۔(۵۱)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات، حیوانات کو علم وادراک ہوتا ہے وہ تسبیح کرتے ہیں یہ اہل سنت کا مذہب ہے جس پر بے شمار احادیث و آثار دلالت کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیت کریمہ **اذازلزلت** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

بعضے مردم را شبہ بخاطر میرسد کہ زمین کہ جماد لایعقل است چگونہ گواہی دہد و سخن گوید و جواب تحقیقی ازاین شبہ آن ست کہ ہر چیز از مخلوقات روح دارد اما ارواح حیوانات تعلق تدبیر وتصرف نیز درابدان

۵۱۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ملاعلی قاری، ج ۲، ص ۳۲۷، کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان و اجابۃ المؤذن، فیصل پبلی کیشنز دیوبند ۲۰۰۵ء

خود دارند و دائما در تغذیہ وتمیہ و احساس وحرکت مشغول اند وارواح مخلوقات دیگر تعلق تدبیر وتصرف ندارند واحساس وحرکت اختیاری در انہا دائمی نیست ازیں جہت تعلق ارواح انہا از نظر عوام پوشیدہ می ماند ومع ھذا البطریق خرق عادت گاہ گاہ ظہور میکند چنانچہ در احادیث صحیحہ بتواتر ایں معنی ثابت است سخن گفتن سنگہا وندا کردن کوہ مرکوہ دیگر را **ھل مرّاحد یذکر اللّٰہ** از ہمیں عالم ست وگواہی دادن زمین وسنگ و درخت برائے موذنان نیز ثابت شدہ۔(۵۲)

بعض لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین جماد غیر عاقل ہے وہ کس طرح گواہی دے گی اور کس طرح کلام کرے گی اس شبہ کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہر مخلوق روح رکھتی ہے۔ رہی حیوانات کی روحیں تو وہ اپنے بدن میں تدبیر وتصرف بھی کرتی ہیں اس لئے ہمیشہ ان کے بدن غذا حاصل کرنے ،نشوونما، احساس وحرکت میں مشغول ہیں اور دیگر مخلوقات کی ارواح تدبیر وتصرف کا تعلق نہیں رکھتی ہیں اور نہ ہی ان میں احساس اور حرکت اختیاری کی دائمی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی ارواح کا تعلق عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے اس کے باوجود خرق عادت کے طور پر کبھی کبھی اس تعلق کا ظہور ہو جاتا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ میں تواتر کے ساتھ یہ معنی ثابت ہے پتھروں کا گفتگو کرنا، (اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ) ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ سے ندا کرنا کہ کیا کوئی اللہ کا ذکر کرتا ہوا گزرا ہے، اسی قبیل سے ہے اور زمین و پتھر، درخت وغیرہ کا موذنوں کے واسطے گواہی دینا بھی ثابت ہے۔

۵۲۔ تفسیر فتح العزیز پارہ عم تحت سورہ اذا زلزلت الارض ص: ۳۵۲، ۳۵۳ مطبع مجتبائی دہلی

نیز آیت کریمہ **وان منها لما یهبط من خشیة اللّٰه وما اللّٰه بغافل عما تعملون** کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:-

نزد اہل سنت و جماعت ہر ایک از جمادات وحیوانات روح است مجرد کہ تعبیر ازاں بہ ملکوت کل شی در آیت **فسبحان الذی بیده ملکوت کل شی** فرمودہ اند وآں روح مجرد وشاعر وادراک اوست صلوۃ وتسبیح ہر جماد حیوان کہ منطوق کلام الٰہی است ہماں روح است لیکن آں روح را علاقہ تدبیر وتصرف در ابدان آنہا نیست و نہ اثر آں روح بتوسط روح حیوانی میرسد بلکہ در رنگ احوال ملائکہ کہ در ابدان خود بدون توسط روح حیوانی تصرف می نمایند ایں روح نیز پرتو شعشعان بر جسم خاص خود می انداز دو دراں وقت ازاں جسم افعال شعورہ ارادہ سر پر میزند وایں تعلق دایمی نیست تا مورد تکلیف وثواب وعتاب در عالم آخرت ظہور آثار ایں ارواح در ابدان خود دائمی خواہد وبہمین سبب شہادت خواہند داد ونطق خواہند نمود وازیں است کہ اشجار واحجار وحیوانات عجم بانبیاء فرمودۂ انبیاء تکلم ونطق و ادائے شہادت و اجابت و امتثال اوامر نمودہ وقدر متواتر ازاں از حضرات علیہم السلام منقول ومروی شدہ۔

آنحضرت علیہ السلام برکوہ خیبر تشریف داشتند وکافراں در تجسس آنحضرت بودند کوہ عرض کرد کہ یا رسول اللہ ازینجا فرود آیند وبادا بر پشت من شاء ابگیرند ومن شرمندہ شوم۔(۵۳)

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہر جماد وحیوان کی ایک روح مجرد ہے جس کو **ملکوت کل شی** سے آیت **فسبحان الذی بیده ملکوت کل شی** میں تعبیر کیا گیا ہے وہ روح مجرد زندہ ہے اس میں شعور وادراک

۵۳۔ تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کی صلاحیت ہے اور ہر جماد وحیوان تسبیح و درود پڑھتا ہے کہ قرآن عظیم اس کا ناطق ہے تو یہ وہی روح ہے لیکن اس روح کا تدبیر وتصرف کا تعلق اپنے بدنوں میں نہیں ہے اور نہ ہی اس روح کا اثر حیوانی روح کے واسطے سے پہنچتا ہے بلکہ ان کا حال ملائکہ کے احوال کے مثل ہے کہ یہ اپنے بدنوں میں بغیر حیوانی روح کے واسطے کے تصرف کرتے ہیں یہ روح بھی اپنے خاص جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اس وقت ان جسموں سے شعور وادراک والے افعال، ارادہ وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ تعلق دائمی نہیں رہتا کہ ثواب وعقاب کے مکلف ہوں۔ عالم آخرت میں ان ارواح کے آثار کا ظہور ان کے ابدان میں دائمی ہوگا اسی سبب سے یہ شہادت دیں گے اور بولیں گے اور اسی وجہ سے درخت، پتھر اور بے زبان حیوانات نے انبیاء سے کلام کیا ہے لہٰذا انبیاء کرام سے کلام کرنا، شہادت کا ادا کرنا اوامر کی پیروی کرنا حضور علیہ السلام سے بالتواتر منقول ہے۔

حضور نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم ایک پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما تھے اور کافر آپ کی تلاش میں تھے کہ پہاڑ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اس جگہ سے تشریف لے جایئے کہ ناگاہ وہ لوگ آپ کو میری پشت پر پکڑ لیں اور میں شرمندہ ہوں۔

اب کہیے پتھروں میں بولنے اور سننے کی طاقت ہے کہ نہیں۔

مجیب صاحب اپنے قلم کی جولانیاں دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:-

جب ثابت ہوا کہ مردے نہیں سنتے ہیں تو اب اس بات کی دلیل لکھی جاتی ہے کہ وہ کسی کے لئے نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلثۃ

من صدقة او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له رواه مسلم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عمل کے، ایک اس نے کوئی صدقہ جاری کیا یا کوئی علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے یا نیک لڑکا جو اسکے لئے دعا کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو بجز ان تین عملوں کے تمام اعمال منقطع اور موقوف ہو جاتے ہیں کسی عمل کی طاقت نہیں باقی رہتی نہ وہ کسی کو نفع پہنچا سکتا اور نہ کچھ مدد کرسکتا ہے۔

جناب والا! حدیث شریف سے یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ زندگانی چندروزہ ہے اور یہ زندگی دار التکلیف کی قید میں ہے لہٰذا مرنے کے بعد ان تین صورتوں کے سوا (جن کا ذکر حدیث میں بیان ہوا) اور دیگر طرق کسب منقطع ہو جائیں گے اور تکلیف مرتفع ہو جاتی ہے اس کا کسی کو انکار نہیں۔ ہمارا اختلاف ونزاع اس بات میں ہے کہ مرنے کے بعد روح نفع و نقصان پہنچا سکتی ہے یا نہیں۔ حدیث شریف کے منطوق کو چھوڑ کر آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روح کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتی یہ اعتقاد آپ کے ذہن کی اختراع ہے حدیث اس کے متعلق ساکت ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر وصول ثواب الموتیٰ کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

وتمسک المانع من ذلک بقوله تعالیٰ وان ليس للانسان الا ما سعى وبقوله عليه السلام اذا مات ابن آدم انقطع عمله الحديث والاٰية حجة لنا لان الذى اهدى ثواب عمله لغيره سعى فى ايصال الثواب الى ذلک الغائب فيكون له ما سعى بهذا الاٰية ولا يكون له ما سعى الا بوصول الثواب اليه فكانت الحجة لنا لا علينا واما الحديث فيدل على انقطاع عمله ونحن نقول به وانما الكلام فى وصول

الثواب اليه والموصل للثواب الى الميت هوالله سبحانه لان الميت لا يسمع بنفسه والقرب والبعد سواء فى قدرة الحق سبحانه۔(۵۴)

(منکرین) اللہ کے فرمان عالی **لیس للانسان الا ما سعی** (انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی) اور حضور علیہ السلام کے فرمان **اذا مات ابن أدم انقطع عمله** (جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے) سے دلیل لاتے ہیں

آیت مذکورہ ہمارے لئے دلیل ہے اس لئے کہ جس نے اپنے عمل کے ثواب کو غیر کے لئے ہدیہ کیا تو اس نے غائب کو ثواب پہنچانے میں کوشش کی تو اس آیت کی رو سے اس کے لئے اس کی کوشش کا فائدہ ہوگا اور اس کی کوشش کا فائدہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کا بھیجا ہوا ثواب میت کو پہنچ جائے، تو یہ آیت ہماری دلیل ہے نہ کہ ہمارے خلاف دلیل، اور حدیث عمل کے منقطع ہونے پر دلالت کر رہی ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں (کہ موت کے بعد بندہ کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں) کلام تو میت کی جانب ثواب پہنچنے میں ہے اور میت کو ثواب پہنچانے والا اللہ رب العزت ہے اس لئے کہ میت خود نہیں سن سکتی، نزدیکی اور دوری اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یکساں ہے۔

صاحب مجمع البحار کا مسلک-

مجیب صاحب پھر بے غور وفکر لکھتے ہیں:-

قال فى مجمع البحار من قصد زيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عندها ويسئلهم

۵۴۔ شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری: دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم نفع لهم ص:۱۵۷۔

الحوائج هذا لا يجوز عند احد من العلماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق اللّٰه وحده۔

جس نے انبیاء کرام وصلحاء کی قبور کی زیارت کا قصد کیا اوران کی قبور کے پاس نماز پڑھ کر دعا مانگی اوران سے اپنی ضرورتوں کو طلب کیا تو یہ کسی مسلمان عالم کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ عبادت کرنا، ضرورتوں کا طلب کرنا، استعانت کرنا یہ صرف اللہ کا حق ہے۔

جناب مجیب صاحب اگر عبارت پیش کرنے سے پہلے ذرا غور وفکر سے کام لیتے تو اپنی عبارت کا بطلان خود عیاں ہوجاتا کہ بحث ونزاع کچھ ہے اور عبارت کچھ اور ہی بتارہی ہے بیشک غیر خدا کی عبادت کرنا، انبیاء کرام اولیاء عظام کی قبور کے پاس ان کی عبادت کے لئے نماز پڑھنا، سوائے خدائے تعالیٰ کے دوسرے سے طلب حوائج اس طرح سے کہ اس کو بالذات وبالاستقلال معطی سمجھنا کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہیں چہ جائے کہ علما وفضلا اس کو جائز کہیں لیکن اِس عبارت سے اُس استمداد واستعانت جس میں بحث ہورہی ہے کا عدم جواز خیال کرنا یہ آپ کے بڑوں کے فساد عقلی کی دلیل ہے جس کی شرح خوب وضاحت کے ساتھ اکابر اہل سنت کی جانب سے گزشتہ ساٹھ برسوں سے ہورہی ہے۔

اسی مجمع البحار میں ہے

امامن اتخذ مسجد ا فی جوار صالح او صلی فی مقبرة قاصداً به الاستظهار بروحه اووصول اثر من أثار عبادته اليه لا التوجه نحوه والتعظيم له فلا حرج فيه۔

جس نے کسی نیک شخص کے پڑوس میں مسجد بنائی یا کسی مقبرہ میں نماز پڑھی اس کی روح سے استفادہ کی غرض سے یا اس کی عبادت کے آثار اس تک پہنچانے کی نیت سے اس طور پر کہ اس مقبرہ کی طرف (کعبہ کی طرح) منھ نہ کیا اور نہ ہی اس صاحب قبر کی تعظیم کی نیت سے

تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جناب والا!

ہماری تحقیق سابق سے واضح ہو چکا کہ حسب تصریحات امام غزالی، علامہ نابلسی، علامہ ابن حاج، علامہ تفتازانی، صاحب کشف، محدث دہلوی وغیرہم کے جواز استعانت و استمداد محققین اہل سنت کا مسلمہ مسئلہ ہے۔

جناب والا! اس سے قطع نظر کہ اسی عبارت میں لفظ ''عبادت'' کی صراحت ہے، اور لفظ ''حق للہ'' صاف طور پر استعانت استقلالی اور طلب ذاتی پر شاہد ہے۔ یہ تو فرمائیے کہ جب صاحب ''مجمع البحار'' کی عبارت کا وہی مفہوم ہے جو آپ کے خیال میں آیا ہے تو ان کی عبارت میں ''**لا یجوز عند احد من علماء المسلمین**'' (مسلمان علما میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں) کا کیا مطلب ہوگا حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں بتا چکے ہیں کہ اس استعانت کو ائمہ اعلام متقدمین و متاخرین جائز بتا رہے ہیں اور اس کے جواز کو نصوص صریحہ سے ثابت کر رہے ہیں۔

برزخی زندگی میں تمام مردے یکساں نہیں۔

مجیب صاحب استفتاء کے جواب میں آگے دلیل پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:-

> امور مستفسرہ میں ہر مردہ کی ایک حالت ہے کسی آیت یا کسی ایسی حدیث سے جو نقاد فن حدیث کے نزدیک مسند صحیح ہو تفرقہ ثابت نہیں ہوتا۔

اگرچہ مذہب اہل سنت کے مطابق اصل حیات و عدم فناء ارواح اصل ادراک و سماع کلام و سلام کے ثبوت میں تفرقہ ثابت نہیں ہوتا مگر حسب ہدایات قرآنیہ و تعلیمات مصطفویہ و اجماع امت کے اس حیات برزخیہ میں ہر مردہ کی ایک حالت نہیں۔ جو حیات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے وہ شہداء کے لئے ثابت نہیں اور جو مرتبہ شہداء کو حاصل ہے وہ عام مومنین کے لئے ثابت نہیں اور جو حیات کا مرتبہ اولیاء کرام کو حاصل ہے وہ عام مومنین کے

لئے ثابت نہیں لیکن جس کو انبیاء کرام کی ہمسری کا دعویٰ ہو اور جس کی نگاہ میں اولیاء کرام کی کوئی وقعت نہیں وہ کب اس فرق مراتب کو سمجھ سکتا ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادۃ میں حدیث **حرم اللّٰہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** کے متعلق فرماتے ہیں:-

عدم اکل ارض اجساد را کنایت است از حیات والا سلامت بدن بے اعادۂ روح چہ فائدہ دارد وایں مبنی ست بر مسئلہ حیات انبیاء کہ بہ حیات حسی دنیاوی موصوف اند بالاتر از حیات شہید کہ ایں حیات معنوی اخروی است ودریں مسئلہ ہیچ کس راز علماء امت خلاف نیست۔

زمین کا جسموں کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے ورنہ بغیر روح کے لوٹائے بدن کے سالم رہنے سے کیا فائدہ۔ یہ بات حیات انبیاء کے مسئلہ پر مبنی ہے جو حیات حسی دنیوی کے ساتھ موصوف ہیں اور ان کی حیات شہید کی حیات سے بالاتر ہے اس لئے کہ شہید کی حیات معنوی اخروی ہے اور اس مسئلہ میں علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔

اور ترجمہ مشکوٰۃ میں فرمایا ہے:-

باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء ست صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ ایشاں احیا اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق واولیاء بحیات اخروی معنوی وکلام داریں مقام بحد اطناب وتطویل کشید بر رغم منکران کہ در قرب ایں زماں ایں فرقہ پیدا شدہ منکر اند استمداد واستعانت را از اولیاء خدا کہ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا وزندہ اند نزد پروردگار خود مرزوق اند وخوشحال اند۔

جاننا چاہیے کہ اختلاف غیر انبیاء کی حیات میں ہے انبیاء کرام بالاتفاق حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اولیاء حیات اخروی معنوی

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس مقام پر گفتگو طویل ہوگئی ان منکرین کے رد میں ابھی قریب زمانے میں ان کا ایک ایسا فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو ان اولیاء کرام سے استمداد و استعانت کا منکر ہے جو اس دار فانی سے دارالبقاء کی جانب منتقل ہو گئے اور انہیں اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں۔

نیز تفسیر بیضاوی میں حیات شہداء کے متعلق ہے:-

وفی الاٰیة دلالة علی ان الارواح جواهر قائمة بانفسها مغائرة بمایحس به البدن فتبقی بعد الموت دراکة وعلیه جمهور الصحابة والتابعین وبه نطقت الاٰیات والسنن وعلی هذا فتخصیص الشهداء لاختصاصهم بالقرب من اللّٰه تعالٰی ومزید الکرامة۔

آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ ارواح جو ہر قائم بنفسہا ہیں اور یہ اس چیز کے غیر ہیں جس کا بدن احساس کرتا ہے لہٰذا موت کے بعد بھی قوت ادراک باقی رہتی ہے یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے آیات قرآنیہ واحادیث نبوی اس بات پر ناطق ہیں۔ پس (آیت میں) حیات شہداء کی تخصیص اس باعث ہے کہ وہ قرب الی اللہ اور مرتبہ کی زیادتی کے ساتھ مختص ہے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:-

چوں آدمی می میرد روح او از بدن او جدا میشود پس موت بمعنی عدم حس و حرکت و ادراک و شعور جسد را بہ جدائی روح رو میدہد و ارواح را اصلاً تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالا ہم است و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صافتر و روشن تر زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ بامور سفلانیہ اورا

از صفاء ادارک مانع میشد د چوں از بدن جدا شد آں مانع ...... مرتفع گشت پس ارواح را مطلقا بایں معنی مردہ نتواں گفت مردگی صفت بدن است کہ شعور وادراکات وتصرفات بسبب تعلق روح بادے از وے ظاہر میشد ند حالا نمیشوند آرے روح را بدو معنیٰ موت لاحق می شود اول آنکہ بعد از مفارقت بدن از ترقی باز میماند دوئم آنکہ بعضے تمتعات مثل اکل وشرب وغیرہ کو بواسطۂ بدن بآنہا خوگر شدہ بود از دست او میرو وند اما شہیدان راہ خدارا ایں دو معنی ہم در حقیقت نیست بلکہ ایشاں زندگان اند۔

جب آدمی مر جاتا ہے تو روح اس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو روح کی جدائی سے جسم پر موت اس معنی کر طاری ہو جاتی ہے کہ جسم میں حرکت وادراک، حس وشعور باقی نہیں رہتا ہے مگر ارواح میں بالکل تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے جس طرح روح پہلے قوتوں کی حامل تھی اب بھی رہتی ہے اور جو شعور وادراک روح کو (جسم کی موت سے) پہلے حاصل تھا اب بھی باقی رہتا ہے بلکہ اب پہلے سے زیادہ اس میں ضیاء پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف روح کی توجہ اس کے ادراک کے نور وضیاء کو روکنے والی تھی اور جب روح بدن سے جدا ہوگئی تو وہ رکاوٹیں ختم ہوگئیں ہو گئے لہٰذا روح کو مطلقاً اس معنی میں مردہ نہیں کہا جا سکتا۔ موت بدن کی صفت ہے کہ بدن سے جو شعور وادراک اور دیگر تصرفات روح کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوتے تھے (روح کے جدا ہونے کے بعد) اب ظاہر نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی کے اعتبار سے موت لاحق ہوتی ہے اول یہ کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ ترقی وارتقا سے رک جاتی ہے۔ دوم یہ کہ بدن کے واسطے سے بعض فوائد کی جو وہ عادی ہو چکی تھی مثلاً کھانا، پینا وغیرہ وہ اس سے رفع ہو جاتے ہیں لیکن

شہیدوں کے لئے ان دو معنی کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ (ان دو معنی کے اعتبار سے بھی) زندہ ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کتاب تذکرۃ الموتی میں **بل احیاء عند ربھم** کے متعلق لکھتے ہیں:-

ایں حکم مخصوص بہ شہداء نیست انبیاء وصدیقین از شہداء افضل اند واولیا ہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بانفس کردہ اند ولہذا اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا۔

ارواح ایشاں از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند ودوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگارے مغیر مایند ودشمنان را ہلاک میسازند واز ارواح بطریق اویسیت فیض باطنی میرسد۔

یہ حکم شہداء کے ساتھ خاص نہیں انبیاء وصدیقین شہداء سے افضل ہیں اور اولیاء بھی شہداء کے حکم میں داخل ہیں اس لئے کہ وہ جہاد بالنفس کرتے ہیں لہذا اہل اللہ فرماتے ہیں ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔

ان کی ارواح زمین سے آسمان وبہشت جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دوست اور معتقدین کی دنیا وآخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور ان کی ارواح سے اویسی طریقہ کے ذریعہ فیض باطنی پہنچتا ہے۔

مواہب میں ہے:-

لا فرق بین موته و حیاته ﷺ فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم ونیاتهم و عزائمهم وخواطرهم و ذلک جلی لاخفاءفیه۔

حضور علیہ السلام کا اپنی امت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، نیت، ارادوں، عزائم کی معرفت میں آپ کی وفات اور حیات کے

درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ تمام چیزیں آپ ﷺ پر عیاں ہیں اس میں کوئی خفاء و پوشیدگی نہیں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حجاج کے حال میں لکھتے ہیں:-

مما كفر به الفقهاء الحجاج انه راى الناس يطوفون حول حجرته ﷺ فقال انما يطوفون باعواد ورمة قال الدميری كفروه بهذا لانه تكذيب لقوله ﷺ ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔

فقہاء نے حجاج کی تکفیر کی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجرۂ مبارکہ کے اردگرد گھومتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ صرف چند بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کررہے ہیں علامہ دمیری نے فرمایا کہ فقہانے اسی وجہ سے اس کی تکفیر کی کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تکذیب کی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔

اب کہیے آپ کے استاد طائفہ میاں اسمٰعیل صاحب دہلوی پر کفر لازم ہوا یا نہیں کہ وہ بھی حجاج کے ہم خیال و ہم رائے بلکہ اس پر بھی بانس بھر فوق لئے ہوئے ہیں اور نیز اپنی نسبت بھی خیال فرمائیے کہ ایسے فاسد عقیدہ رکھنے سے آپ بھی کس طرح لزوم کفر سے بچ سکتے ہیں۔

ذرا آپ غور کریں کہ کتنا شنیع کلمہ آپ نے زبان سے نکالا **كبرت كلمة تخرج من افواههم** انبیاء کرام بحیات جسدی زندہ ہیں جہاں چاہتے تشریف لے جاتے مستغیثین کی مدد فرماتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ہمارے آقائے نامدار ہمارے سردار، مہربان پیمبر حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ ذرات عالم پر مطلع ہیں دنیا و مافیہا آپ کے پیش نظر ہے۔ مخلصین کا اخلاص، منافقین کا نفاق، اہل سنت کی محبت، وہابیہ کی عداوت **كما**

ینبغی آپ پر ظاہر ہے۔ ایسے بااختیار اور بڑی قدرت وقوت والے بادشاہ دو جہاں کی جناب میں گستاخیاں کرنا اپنے حق میں کانٹے بونا، اپنی آخرت خراب کرنا ہے وبس۔

اس سرکار کے اگر چاکر بننا چاہتے ہو تو اولیاء کرام کی غلامی میں اپنی پیاری عمر کو صرف کرو دشمنان اولیاء سے بغض وعداوت رکھو ایک اسماعیل نہیں ہزار اس جیسے اسماعیل کیوں نہ ہو جائیں محبوبان بارگاہ کا بول بالا رہے گا ایسے گستاخ بے باکوں کی بدگوئی سے ان کی رفعت مرتبت میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔

وماعلینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد

والہ وصحبہ ووارث حالہ سیدنا الشیخ محی الدین

عبدالقادر الحسنی الحسینی وسائر

اولیاء امتہ اجمعین۔

تمت بالخیر

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ **احقاق حق** (فارسی) - سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج تحقیق: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۵۶، قیمت - ۶۰؍روپے

۲۔ **عقیدۂ شفاعت** کتاب وسنت کی روشنی میں -
سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۱۲۲، قیمت - ۴۰؍روپے

۳۔ **مناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ** (عربی) -
تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۴۔ **طوالع الانوار** (تذکرۂ فضل رسول) - مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی،
تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری صفحات - ۱۰۴، قیمت - ۳۵؍روپے

۵۔ **البناء المتین فی احکام قبور المسلمین** - مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی،
تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری صفحات - ۴۰، قیمت - ۱۵؍روپے

۶۔ **تذکار محبوب** (تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی) -
مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۷۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) - تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
صفحات - ۶۸، قیمت - ۲۰؍روپے

۸۔ **مولانا فیض احمد بدایونی** - پروفیسر محمد ایوب قادری،
تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری، صفحات - ۶۴، قیمت - ۲۰؍روپے

۹۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ - مولانا اسید الحق قادری
صفحات - ۶۴،
قیمت _ ۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ملاعلی قاری، ج:۳، ص ۴۰، کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ،
۲۰۰۵ئ
۲۰؍روپے

۱۰۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی) - محمد تنویر خان قادری بدایونی
صفحات - ۴۰، قیمت - ۲۰؍روپے